



چند لفظوں میں

یوں تو ہر زندگی کے دامن میں وقت اور حوادث
کے دیئے گہرے گھاؤ پوشیدہ ہیں ہزاروں
آنسو ہر روز لڑھک کر مٹی میں جذب ہو جاتے
ہیں۔ ان کی ترجمانی کرنے والے، انہیں پونچھنے
والے آج کے خود غرض ماحول میں گم ہو کر
رہ گئے ہیں۔

"انجانے راستے" ایک ایسی ہی کہانی ہے
جس کے کرداروں کی الجھنیں آج کے ہر انسان
کی اپنی الجھنیں ہیں جس میں محبت کی پاکیزگی سے
ہوس پرستوں کی کشمکش، فرض و حقیقت کی
تلخیاں اور یاس و امید کے اتار چڑھاؤ وحشی
محمود آبادی کے حساس قلم سے ابل پڑے
ہیں۔

مشورہ پاکٹ بکس میں شائع ہونے والے تمام کردار
مقامات و واقعات فرضی ہیں اور ان کا کسی شخص، جگہ
واقعہ یا ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کسی فرد، مقام یا
ادارے سے مطابقت قطعی اتفاقیہ ہے اور اس کے لئے
پبلشرز کسی طرح کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتے

علم فہم اردو زبان میں مشہور و معروف ادیبوں کے لاجواب اور معرکۃ الآراء
شاہکار نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کرنے والا ادارہ
مشورہ بک ڈپو۔ رام نگر۔ گاندھی نگر پوسٹ بکس 1639 دہلی 6

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۶۰ء



ناشـــران
مشورہ بک ڈپو
رام نگر۔ گاندھی نگر۔ پوسٹ بکس 1639 دہلی ۶

قیمت : ۔ ۔ ۔ ۔ فی کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ صرف ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روپیہ

اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار لیماران دہلی۔

عشرت صحن میں بچھے ہوئے پلنگ پر آڑی ترچھی پڑی تھی اور نیند میں اتنی غافل تھی کہ اسد دیر تک اس کے قریب کھڑا رہا مگر اس کو خبر نہ ہو سکی۔

چاند پوری آب و تاب سے آسمان پر چمک رہا تھا اس کی خنک اور مدھم روشنی میں اسد ایک تسلسل سے عشرت کے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا پھر پلنگ سے لٹکتے ہوئے ایک ہاتھ کو برابر کرنے لگا۔

بالوں کی ایک لٹ بے ترتیبی کے ساتھ پیشانی سے گزر کر عشرت کے داہنے رخسار کو چھو رہی تھی۔ اسد کا جی چاہا کہ ہاتھ سے اس کو ہٹا کر حسنِ خوابیدہ کو دیکھتا رہے مگر وہ اس کی جسارت نہ کر سکا کیونکہ خود اس میں احساساتِ شباب کو سمجھنے کا شعور پیدا ہو چکا تھا اور عشرت کے غیر جنس ہونے کو وہ نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔

"عشرت — عشرت!"

عشرت نے آنکھیں کھول دیں اور اس پر نظر پڑتے ہی گھبرا کر پوچھنے لگی

"کون — اسد — خیریت تو ہے؟"

اسد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اس کو خاموش کر دیا۔ عشرت جمائیاں لیتی ہوئی اٹھ کر

بیٹھ گئی اور اسد سرگوشی کے طور پر اس سے کہنے لگا۔

"میرے ایفائے وعدہ کا وقت آگیا ہے ——؟"

"جا رہے ہو ——" عشرت کی آواز پھر کچھ بلند ہو گئی اور اسد گھبرا کر تھوڑے سے فاصلے سے سوتے ہوئے نفیس الحسن اور ان کے بیوی بچوں کی طرف دیکھنے لگا۔ جو نیند میں دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے، اس نے ان کی طرف سے مطمئن ہو کر کہا۔

کہیں یہ لوگ جاگ نہ پڑیں اور ہماری باتیں سن نہ لیں۔ اس لئے آؤ اندر بیٹھیں چل کر ——

"تم چلو —— میں آتی ہوں" عشرت ہتھیلیوں سے اپنی دونوں آنکھیں ملتی ہوئی بولی اور اسد دبے پاؤں برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔

نفیس الحسن کا یہ مکان نواب آصف الدولہ کے دور کا بنا ہوا تھا، کافی پرانا اور بوسیدہ لیکن اس کی کشادگی میں فرق نہ آیا تھا۔ کئی بڑے بڑے کمرے اور برآمدے اس کی عظمت دیرینہ کی شہادت دیتے تھے، چنانچہ اسد اپنے مسکونہ کمرے کے برآمدے میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا، اور عشرت پلنگ سے پیر لٹکا کر جوتی پہننے لگی وہ اس وقت موجودات سے بالکل بے خبر تھی۔ اس کا دماغ صحیفۂ ماضی کی ورق گردانی کر رہا تھا اور گزرے ہوئے مناظر ایک تسلسل سے سامنے آتے جا رہے تھے۔ عشرت نے اب تک صرف زندگی کی بارہ بہاریں دیکھی تھیں، اس لئے اس کا مشاہدہ اور تجربہ محدود تھا۔ تاہم اپنے خاندانی واقعات اس نے کچھ اس طرح سُنے تھے گویا وہ بھی اس کی نظر سے ہی گزرے ہوں، لہٰذا جب اسد نے اپنی روانگی کی خبر سُنا کر اس کے دُکھے ہوئے دل پر چوٹ دی تو وہ فریاد رسی کے لئے ان اسلاف کو پکار اٹھی، جن کے کارناموں کے چراغ آج بھی دریائے گومتی کے کنارے روشن ہیں اور لکھنؤ کی تاریخ اب بھی فخر سے جن کے ناموں کو دہراتی ہے۔

عشرت کا نسلی سلسلہ پشت در پشت نواب آصف الدولہ تک پہنچتا تھا اور وہ بھی اُس رقم کے سود کی ورثہ دار تھی جو نواب بہو بیگم نے سمندر پار کے سفید فام سوداگروں کو قرض دی تھی۔

"فلک نما" رستم نگر کی مایۂ ناز حویلی اس کے دادا نواب جاوید جاہ کے وقت تک خاندانی سطوت و شوکت کی آئینہ دار رہی۔ اس کی بابت مشہور تھا کہ آصف الدولہ کی روح اس پر سایہ فگن ہے، کیونکہ اس حویلی کے وجود میں آنے کی تاریخ سے کوئی سائل وہاں سے خالی واپس نہ ہوا تھا۔

جاوید نے دادودہش کے جوڑ نکے بجوائے۔ لکھنؤ کی زبان اس کو فراموش نہ کر سکی مگر باپ کے بعد بیٹے کا وقت آیا تو اس نے خیر و خیرات میں آبا و اجداد کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور شان و شکوہ میں دورِ تاجداری کی یاد تازہ کر دی۔

عشرت جاہ پونڈروں کے رئیس تھے، امارت ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ غریب نوازی اور اقربا نوازی ورثہ میں ملی تھی۔ لہٰذا انھوں نے کسی بات میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور فلک نما کا نام اتنا اونچا کیا کہ لوگ اس کے ساکنوں کو آسمان کی مخلوق قرار دینے لگے۔

دو شخص ان کے معتمدِ خاص اور دستِ راست بنے ہوئے تھے۔ ایک ان کے چچیرے بھائی ضیغم قدر، دوسرا باپ کے وقت کا پشتینی ملازم سعید۔

ضیغم قدر تھوڑے فاصلے سے اپنے ذاتی مکان میں رہتے تھے لیکن ان کا بیشتر وقت "فلک نما" میں گزرتا۔ عشرت جاہ کو ان کی اتنی دوری بھی گوارا نہ ہو سکی اور انھوں نے ضیغم قدر کو فلک نما کے ایک حصے میں منتقل ہو گئے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح دونوں بھائی ہمہ وقت قریب رہنے لگے۔ اور ضیغم قدر کو بھی فلک نما کی سکونت راس آ گئی۔ کیونکہ اس کے زمانۂ قیام

میں ان کی بیوی کی گود اسد جیسے خوبصورت بچے سے بھر گئی۔

عشرت جاہ اب تک دولت اولاد سے محروم تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے دو شادیاں کر چکے تھے، لیکن مشیت نے شاید ایسی خوشی ان کے حصے میں اتاری ہی نہ تھی۔ دونوں بیویاں جوانی سے بڑھاپے کی حدود میں داخل ہونے لگیں اور فلک نما کا وارث پیدا نہ ہو سکا۔

عشرت جاہ کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ اور مصارف کے حد سے بڑھا دینے میں شاید یہ جذبہ بھی کام کر رہا تھا کہ وہ سب کچھ اپنی حیات ہی میں ختم کر جائیں۔ کیونکہ جب ان کے بعد کوئی نام لیوا ہی نہ رہے گا تو کوئی شے باقی کس کے لئے رکھیں۔

فراخدلی اور سیر چشمی ان کے خمیر میں تھی، لیکن اس کو انتہا پر پہنچا دینے والی سعید کی ذات تھی جو عشرت جاہ کے نزدیک ایک بزرگ کا درجہ رکھتا۔ اور ملازم ہونے کے باوجود قابل احترام تھا ـــ ساری داد و دہش اسی کے ہاتھوں ہوتی اور ہیرے جواہرات کی فروخت بھی وہی کیا کرتا۔ کیونکہ وثیقہ کی رقم اتنی حقیر تھی جو روز کے مصارف کو بھی کافی نہ ہو سکتی تھی۔

سعید کا فائدہ اسی میں تھا کہ نت نئی چیزیں بکتی رہیں اور تسنیم کا دامن زر و زیور سے بھرتا جائے تاکہ خود اس کا گھر بھرنے میں زیادہ مدت نہ لگے ـــ اور اس کی طبیعت کا یہی کھوٹ تھا جو اس نے کئی بار عالی ظرف نواب زادے کو توجہ دلائی تھی۔

"فلک نما اب آپ کے شایان شان نہیں رہی، اس کی برجیاں ٹوٹ چکی ہیں دیواروں کا پلاستر اکھڑ گیا ہے"

عشرت جاہ کو خود عمارت کی کہنگی کا احساس تھا، مگر وہ بھی جانتے تھے

کہ اس کو ہاتھ لگانے کے معنی نئی عمارت تیار کرنے کے ہوں گے۔ اس لئے خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک دن آخر سعید کا جادو چل ہی گیا اور عشرت جاہ نے سوچ لیا کہ جب ان کی ذات پر ان کی نسل کو ختم ہو جانا ہے تو کیوں نہ زندگی کے آخری دن جاہ و حشم سے گزار لئے جائیں، انھوں نے سعید کو تعمیر کا انتظام کرنے کی اجازت دے دی اور سعید نے اس وقت سے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔

ضیغم کو سعید کی اکثر تجاویز سے اختلاف ہوتا تھا اور وہ بھائی کو سمجھاتے مگر دل شکستہ عشرت پر اس کا اثر نہ ہوتا تھا ۔۔۔ ایسا ہی کچھ تعمیر کے سلسلے میں بھی پیش کیا اور ضیغم نے عشرت جاہ کو باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن بد طینت سعید ایک بات ذہن نشین کرا چکا تھا۔ عشرت جاہ نے رائے نہ بدلی اور ضیغم کو مجبور ہو جانا پڑا۔

"فلک نما" کا نیا نام "عشرت محل" پڑا۔ جب اس وقت عشرت جاہ کو جتنا بھی بھلا لگا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی بنیادوں پر خاندان کی تباہی کا پہلا پتھر رکھا گیا۔ اور ضیغم تدبر کو تو فوراً اس کی نحوست کا اندازہ بھی ہو گیا۔ کیونکہ جشن تعمیر کے کچھ دنوں بعد انہیں اس کے عالیشان پھاٹک سے اپنی رفیقۂ حیات کا جنازہ کاندھے پر لے کر نکلنا پڑا۔

بھائی کی محبت دامنگیر نہ ہوتی تو وہ اس کے بعد ہی عشرت محل کو چھوڑ دیتے، مگر ان کو عشرت جاہ بہت عزیز تھے اس لئے انھوں نے ایسا ارادہ بھی نہ کیا۔ یہ ضیغم کے خلوص ہی کا نتیجہ تھا جو عشرت جاہ نے بن ماں کے بچے اسد کو گود لے لیا اور وہ عشرت محل کے وارث کی حیثیت سے پرورش پانے لگا۔

عشرت جاہ کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی اور اسد کو پا جانے کے بعد انہیں

لاولد ہونے کا زیادہ غم بھی نہ رہا تھا۔ پھر بھی ایک دن ضیغم نے ان کو مشورہ دے ہی دیا۔

"بہتر تو آپ ایک شادی اور نہ کرلیں —— شاید خداوند عالم نئی عروس کے بطن سے آپ کو اولاد عطا کر دے۔"

"ٹھکانے ہوں۔ اب شادی کہاں کروں گا۔ اور خدا رکھے اسد کو اب مجھے ضرورت ہی کیا ہے" عشرت جاہ نے جواب دیا اور ضیغم نے اصرار کیا۔

"اسد تو موجود ہی ہے مگر ایک سے دو اور دو سے تین ہو جائیں گے تو گھر کی رونق ہی کچھ اور ہو گی اور ہم بڈھوں کے بعد عشرت محل سونا نہ معلوم ہوگا۔"

عشرت جاہ کسی طرح تیار نہ تھے لیکن ضیغم ان کو قائل کرتے رہے۔ اس سے قبل بھی دونوں بھائیوں میں کئی بار اس موضوع پر بات ہوئی تھی مگر نتیجہ آج نکل سکا اور عشرت جاہ نے ضیغم کی خوشی کے لئے حامی بھر لی۔

ایک غریب اور شریف گھرانے کی لڑکی کو عشرت محل کی نئی بہو بننے کا شرف حاصل ہو گیا اور اپنے وقت کے حاتم کا گھر مسرت کے شادیانوں سے گونجنے لگا۔ نوادر روزگار جواہر اور بیش قیمت ہیرے عشرت محل سے رشتہ منقطع کر چکے تھے اور اپنے بجائے ایک سر بفلک عمارت کو چھوڑ گئے تھے بچی کھچی چیزیں تقریب شادی کی نذر ہو گئیں اور صرف ایک مستقل وثیقہ اتنے بڑے گھر کی آمدنی کا ذریعہ رہ گیا۔

نواب عشرت جاہ پر اس کا بہت اثر ہوتا لیکن کچھ دنوں کے بعد ہی نئی بیگم کا پاؤں بھاری ہونے کی آواز کانوں میں پڑ گئی اور بوڑھے نواب کا دل

اولاد کے نیا سی تصور پہ جھوم اٹھا۔

سعید اندر سے باہر تک کا منتظمِ اعلیٰ تھا، اس نے مسرت کے ان لمحات میں اپنے آقا کو فکر مند نہ ہونے دیا۔ ہر دوسرے تیسرے پرو نوٹوں پر دستخط کرا کے چھوٹی بڑی رقمیں قرض لاتا رہا اور آٹھ نو ماہ کی مدت میں ہزاروں روپے کا بار ہو گیا۔

عشرت جاہ صاحب اولاد ہونے کے نشہ میں سرشار تھے، غنیمت سمجھتے تھے کہ بیگمات اپنا اندوختہ نکال رہی ہوں گی — کسی نے سعید کی کارروائی کی طرف توجہ نہ دی — اور خدا خدا کر کے وہ دن آ گیا کہ عشرت محل ایک چاند سی بچی کی کلکاریوں سے گونجنے لگا جس کا نام خدیجہ عشرت پڑا۔ مگر جو عرف عام میں صرف عشرت کہہ کر پکاری گئی۔

اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ عشرت جاہ اس کو جانِ عشرت کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ لہٰذا لوگوں نے ابتداءً ان کی تقلید کی، پھر 'جان' حذف ہو گیا۔ اور وہ محض عشرت رہ گئی۔ عشرت جاہ کو زچہ بچی سے کم عزیز نہ تھی کیونکہ اس نے ان کی توقعات کو پورا کیا تھا۔ لیکن قضا و قدر پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ عشرت کی ولادت میں کچھ ایسا پیچ پڑ گیا کہ بدنصیب بچی ہفتوں کے اندر ماں کی گود سے محروم ہو گئی۔

عشرت جاہ کو محبوب بیگم کی موت کا ناقابلِ برداشت صدمہ ہوا۔ مگر پیاری بچی نے ان کا غم غلط کر دیا اور ایک دن ضیغم کی موجودگی میں ان کی زبان پر آ گیا۔

"کتنی مطابقت ہے اسد اور عشرت کے حالات میں، شاید خدا نے ان کو ایک دوسرے ہی کے لئے پیدا کیا ہے"۔

" تو کیوں نہ انہیں آپس میں منسوب کر دیا جائے۔ ضیغم نے رائے دی۔

اور عشرت جاہ نے کہا۔

" یہ بھی کوئی سوچنے سمجھنے کی بات ہے "

ھاں کا جالیسواں ہونے کے بعد عشرت کے جشن ولادت میں اس نسبت کا اعلان بھی ہو گیا اور عشرت کے ماموں نفیس الحسن نے بھی اس کو پسند کر لیا۔

عشرت محل کے حالات بدل چکے تھے اور عشرت جاہ اور ان کی بیگمات کے پاس زر وجواہر میں کچھ باقی نہ رہا تھا۔ پھر بھی سعید نے ہر ضرورت کو پورا کیا اور عشرت جاہ نے کسی نہ کسی حد تک دل کے حوصلے نکال لئے۔

عشرت ایک دایہ کی گود میں پل رہی تھی اور بوڑھا باپ اس کو دیکھ دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا کہ اولاس کے دیوتا نے عشرت محل کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور اب جو عشرت جاہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو چہار جانب ادبار کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ۔۔۔۔ اس نازک وقت میں سعید نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ چند روز تک شدید علالت پر پڑ کر واصل جہنم ہو گیا۔

عشرت جاہ کو اس کی طرف سے کوئی بدخیالی نہ تھی بلکہ انہیں دکھ تھا کہ آخر وقت میں وہ اس کی کوئی خدمت نہ کر سکے ۔۔۔۔ سعید کی نمک حرامی کا احساس تو ان کو اس وقت ہوا۔ جب عشرت محل میں تقاضوں پر تقاضے آنے لگے اور ایک دن سعید کا بیٹا وحید کاغذات کا ایک پلندہ لئے پہنچ گیا۔

وحید نے باپ کی زندگی ہی سے کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا تھا اور سعید نے عشرت جاہ کو بیشتر روپیہ اس کے نام سے لا کر دیا تھا، ناعاقبت

اندیشن نواب جس کا ممنون احسان تھا۔ لیکن کاغذات میں ایک کے چار چار لکھے پائے گئے تو عشرت جاہ کو سناٹا آگیا۔

وحید ایک ہی مکار تھا باپ سے زیادہ چالاک اور چرب زبان ——

اس نے نواب سے کہا۔

"میں صرف پرونوٹوں کی تجدید چاہتا ہوں، وہ بھی صرف اس لئے کہ کبھی آپ کے پاس ہو جائے گا تو لے لوں گا۔ ورنہ میرے پاس جو کچھ وہ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

عشرت جاہ کو پرونوٹوں پر لکھی ہوئی رقموں پر اعتراض تھا۔ اس کا جواب وحید نے یہ دیا کہ اس نے اتنے ہی روپے دئیے ہیں جو اس کے کھاتے پر بھی درج ہیں، نواب کے لئے تسلیم کر لینے کے سوا چارہ نہ تھا، انھوں نے دوسرے پرونوٹ لکھ دیئے اور وحید کی بلا ٹل گئی۔ لیکن دوسرے مہاجنوں کا قصہ ابھی باقی تھا جو اُٹھنا بیٹھنا دشوار کئے ہوئے تھے اور جس سے عشرت جاہ کی خاندانی شہرت خاک میں ملی جارہی تھی۔

ضیغم کو بڑے بھائی کی غلطی پر سخت افسوس تھا اور فرط غیظ میں جی چاہتا کہ سعید کی لاش کو قبر سے نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں، مگر اس کا بھی کوئی حاصل نہ تھا، اس لئے ایک دن سوچ سمجھ کر انھوں نے اپنا آبائی مکان فروخت کر ڈالا۔ اور اس سے متفرق قرض ادا کر دیا۔ ضیغم کو وحید کے بار کا بھی احساس تھا لیکن وہ چالیس ہزار سے اوپر پہنچ چکا تھا۔

جب عشرت جاہ یا ضیغم کسی کے امکان کا نہ تھا، لہٰذا دونوں نے اس کو کھول میں ڈال دیا اور زندگی کے دن پورے کرنے لگے۔

ضیغم کا وثیقہ صرف چند روپے تھا۔ عشرت جاہ بہر حال ایک قابل ذکر

رقم پاتے تھے جس کے فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ کیونکہ گئی گزری ہوئی حالت میں عشرت محل اور وثیقہ شان امارت رکھنے کے لئے غنیمت تھا، مگر بدرجۂ مجبوری اس کی نوبت آہی گئی اور عشرت جاہ نے پچیس روپے چھوڑ کر باقی وثیقہ آہستہ آہستہ فروخت کر ڈالا۔

انھوں نے اپنی زندگی میں جتنی بھی غلطیاں کی ہوں۔ لیکن وثیقہ بیچنے میں وہ حق بجانب تھے، کیونکہ عشرت و اسد دونوں اب بڑے ہو گئے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت ضروری تھی ــ لہٰذا حق داروں کا حق ان کی پرورش اور پرداخت میں صرف کر کے بدنصیب نواب نے فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اور یہی وہ برمحل اقدام تھا جس کی بدولت برہان الملک کی اولاد کے یہ دو بچے بگڑ نہ سکے۔

مستقبل نہایت مایوس کن اور آنے والے دن بہت بھیانک تھے تاہم قضا و قدر نے ان کا ساتھ دیا اور وہ اپنی عمروں کو پورا کرنے لگے۔ پہلے عشرت جاہ کی بیگمیں ایک ایک کر کے جوار رحمت میں جا بسیں پھر ضیغم نے اسد کو داغ یتیمی دیا اور سب سے آخر میں عشرت جاہ بیٹی کو بے یار و مددگار چھوڑ کر عشرت محل کو سونا کر گئے۔

"عشرت محل نے فلک نمائی کے دور میں بڑے بڑے انقلابات دیکھے تھے، کبھی اس کے دن شور ماتم میں کٹے تھے کبھی راتیں نقار ہائے شادی کی گونج میں گزری تھیں، لیکن نئی زندگی میں اس نے عروج و زوال کی انتہا کر دی چراغ کا شعلہ جس طرح بجھنے سے قبل بھڑک کر جلتا ہے۔ اسی طرح عشرت جاہ کی حیات میں اس تاریخی عمارت کی رونق و زینت اپنے ارتقائی نقطہ پر پہنچ گئی اور اس کے بعد تنزل کا دور آیا تو ہوا مارتے ہوئے محل میں دو کس

بھی دنیا کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

عشرت کی عمر گیارہ سال اور اسار کی سولہ برس سے اوپر ہوگی۔ مگر دونوں نے بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی تھی۔ ان کو کوئی تجربہ نہ تھا کہ مصیبت کہتے کسے ہیں اور وہ جھیلی کس طرح جاتی ہے؟

عشرت کی بوڑھی دایہ پاس وضع اور انسانیت کی شرم رکھنے کے لئے رہ گئی تھی اور ماموں نفیس الحسن بہنوئی کے مرتے ہی معہ بیوی بچوں کے عشرت محل میں آ گئے تھے، وہ دونوں باری باری ان کو تسلی دلاسے دیتے، لیکن ان کو تسکین نہ ہوتی اور وہ راتوں کی خوفناک تاریکی میں اٹھ اٹھ کر روتے رہتے۔ چند روز کے وقفے سے نفیس الحسن نے بوڑھی دایہ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کر کے رخصت کر دیا اور بچوں سے کہنے لگے۔

"میں نے سوچا ہے کہ عشرت محل کو کرایہ اٹھا دوں اور تم لوگوں کو اپنے گھر لے چلوں۔"

میں تو جیتے جی آبا حضور کی چوکھٹ نہ چھوڑوں گی ۔۔ نا سمجھ دوشیزہ ایک جذبہ میں کہہ گئی اور کچھ اس طرح ماموں کی طرف دیکھنے لگی جیسے وہ رحم کی طالب ہو اور عفو تقصیر کی خواہاں ہو۔ نفیس الحسن اس کی درد بھری آنکھوں سے متأثر ہو رہے تھے کہ اسعد بول اٹھا۔

"آپ لوگ خود یہیں کیوں نہ رہ جائیں ۔۔"

"خیر دیکھا جائے گا" نفیس الحسن ایک سرد آہ بھر کر ٹال گئے وہ نادان بچوں سے کیا کہتے کہ عشرت محل تو ایک ذریعہ آمدنی بن سکتا ہے۔ خود ان کا مکان اس کے مقابلے میں حقیر ہے ۔۔۔۔ بات رفت گزشت ہو گئی ۔ اور نفیس الحسن عشرت جاہ کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔

مگر قسمتوں نے ان کو اس پہلو بھی قرار لینے نہ دیا اور چند ہی روز کے بعد وحید عدالت کا حکم امتناعی لے کر عشرت محل پہنچ گیا۔ وہ کئی نسلوں سے اس خاندان کا نمک پروردہ تھا اور اس کے اجداد نے اپنی عمریں ساکنان فلک نما کی خدمت کر کے گزاری تھیں۔ خود سعید نے جعل و فریب مکر و حیلہ سے جو کچھ پیدا کیا تھا اور بحالت موجودہ جو بھی وحید کی حیثیت تھی وہ سب عشرت کے باپ دادا کا صدقہ تھا۔ مگر اس نمک حرام نے کسی بات کا پاس لحاظ نہ کیا اور عشرت جاہ کی آنکھ بند ہوتے ہی نظریں عشرت محل پر جما دیں۔

نفیس الحسن کسی دفتر میں معمولی کلرک تھے، ان کے لئے گھریلو اخراجات ہی ایک مرحلہ تھے، نہ کہ اتنے بڑے مقدمہ کی پیروی۔ پھر بھی انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، لیکن وحید کے پاس عزت جاہ کے دستخطی پرونوٹ تھے جن سے انکار نہ کیا جا سکا اور ڈگری وحید کی ہو گئی۔ اس نے فوراً اجراء کرا دی اور دیوانی کے سپاہی قرقی کے لئے عشرت محل کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔

سعادت خانم نے برہان الملک کی پونی ایک سکوت کے عالم میں زیر آسمان کھڑی ہوئی تھی اور باپ کی روح کو آواز دے رہی تھی۔

"ابا حضور —— یہ آپ کے وفادار سعید کا بیٹا مجھ کو آپ کی بارگاہ سے نکلے دیتا ہے۔ بتایئے میں کیا کروں!"۔

عشرت کو اس کی بات کا جواب کیا ملتا۔ خود اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز کان میں پڑ گئی اور بچوں کی طرح رونے لگی۔ بلا اس دن ٹوٹ گئی۔ مگر دوبارہ وحید نے عشرت محل کو نیلام پر چڑھوا دیا اور وہ

[illegible]

اور وہ صبر آزما لمحات آ گئے جن کا اندیشہ عشرت کو بے چین کئے ہوئے تھا۔

عشرت محل کے بچنے کی صرف ایک صورت تھی کہ وحید کا پچاس ہزار زرِ ڈگری بے باق کر دیا جاتا جو کسی کے امکان کی بات نہ تھی۔ تاہم بعض باعزت لوگ درمیان میں پڑے، انھوں نے وحید کو اس خاندان کے احسانات یاد دلائے اور بمشکل تمام وہ اس پر تیار ہو گیا کہ اس وقت تو عشرت محل کو دے کر مطالبۂ ڈگری ادا کر دیا جائے، پھر روپے کی فراہمی کر کے اس کو واگزار کیا جا سکتا ہے — اس طرح کی ایک تحریر اس نے نفیس الحسن کو دیدی کہ پانچ سال کے اندر جس وقت بھی اسکو پچاس ہزار روپے مل جائیں گے، اسوقت وہ عشرت محل کو خالی کر دے گا۔

عشرت پر اس واقعہ سے کیا بیتی؟ اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ کبھی وہ ایک دیوار سے لگ کر پچھاڑیں کھانے لگتی، کبھی دوسرے در سے لپٹ کر اپنا رخسارہ رکھ دیتی تھی — نفیس الحسن کے سمجھانے سے اس نے چلنے کے لئے قدم اٹھا دیئے اور باہر بھی نکل آئی، مگر اس طرح کہ جیسے خود اپنا جنازہ اپنے کندھے پر اٹھائے ہو۔ پھاٹک کے باہر وہ چلتے چلتے رک گئی اور گھوم کر کھڑی ہو گئی۔

ایک بار اس نے آسمان کے خلا میں کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کی اور وہاں کوئی نظر نہ آیا تو محل کے کنگروں پر نگاہ ڈالی — دو موٹے موٹے آنسو اس کی پلکوں پر ابھرے اور وہ لگاہوں نگاہوں میں اجداد کی چوکھٹ پر عقیدت کا آخری سجدہ ادا کر کے پھر چل پڑی۔

گیارہ سال کی بے کس و مجبور لڑکی کا واحد سہارا اب صرف ایک ذات تھی جو اسد کی تھی اور جس کو ہمیشہ سے وہ اپنا سمجھتی تھی۔

کہنے کو نفیس الحسن اس کے ماموں تھے اور ماموں کے رشتہ سے وہ ان پر اعتماد کر سکتی تھی، لیکن اسد کے بارے میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے مسلسل ایک آواز اس کے

کان میں پڑی تھی کہ وہ اس کا رفیق حیات ہوگا۔ عشرت نسبت کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر نہ تھی، مگر نہ جانے کیوں اس کو اسد سے ایک عجیب طرح کا لگاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ اور وہ اپنے سے متعلق ہر بات کا ذمہ دار اس کو قرار دیتی تھی۔ یہی سبب تھا جو عشرت محل سے نکل کر اس کی نظریں بوڑھے نفیس الحسن کے بجائے جوانی کے دائرے میں قدم رکھتے ہوئے بچپن کے ساتھی پر جا کر ٹھہر گئیں اور اس سے کہنے لگیں۔

"اب یہ تم پر ہے کہ تم عشرت محل میں دوبارہ داخل ہونے کے حالات پیدا کرو۔ یا نہ کرو۔۔۔۔!"

اسد نے اس کا مافی الضمیر تو کیا سمجھا ہوگا۔ لیکن اس کا احساس ضرور کیا کہ وہ کسی قابل ہوتا تو اس کی عشرت کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اس نے ایک جذبۂ مردانہ سے ہاتھ عشرت کے کاندھے پر رکھ دیا اور کہنے لگا۔

"پانچ برس کی مدت کم نہیں ہوتی ۔۔۔ میں عشرت محل کو اس موذی کے ہاتھ سے چھڑا لوں گا۔!"

عشرت کا ٹوٹا ہوا دل جیسے خود بخود دھڑکنے لگا، اس کو اسد سے ہر توقع پوری ہونے کی امید بندھ گئی۔ امنڈتے ہوئے آنسوؤں کا سیلاب اگرچہ پورے طور پر رک نہ سکا۔ پھر بھی اس میں کافی کمی آگئی اور نفیس الحسن کے مکان تک پہنچتے پہنچتے وہ مقدر پر شاکر ہو چکی تھی۔

اسد انٹرمیڈیٹ کے دوسرے سال میں تھا۔ عشرت آٹھویں میں پڑھ رہی تھی، اور دونوں کے امتحانات کا وقت قریب آگیا تھا، اس لئے نفیس الحسن نے دو چار روز بعد ان کو تعلیم پر توجہ کرنے کی ہدایت کی اور وہ ان کے کہنے کے احترام میں امتحان کی تیاری میں لگ گئے۔

انھوں نے تلخ زندگی کی گھڑیوں کو قابل برداشت بنا لیا تھا اور وقت ان کے ساتھ چلا تھا۔ تو وہ خود وقت کے ساتھ چل رہے تھے، وہ اٹھتے تھے، بیٹھتے تھے، ہنستے تھے، بولتے تھے، مگر ان کا ہر فعل سطحی ہوتا اور ماضی کی یاد کلیجہ مسوستی رہتی ـــ ایک دن عشرت بہت دیر تک عشرت محل کے تصور میں مستغرق رہی اور اسد جب کالج سے آیا تو اس سے کہنے لگی۔

"کیا تم عشرت محل کو بھول گئے اسد؟"

"تم کو بھول جاؤں تو عشرت محل کو بھی بھول جاؤں گا۔ اسد نے ایک بے سوچا سمجھا جواب دیا۔ اور عشرت نے سادگی سے سوال کیا۔

"پھر کچھ پتے بھی کیا اس کے لئے ـــ؟"

"امتحان ہو چکنے کے بعد پوچھ لینا ـــ اسد نے اس کو ٹال دیا۔ اور دھیان کو ہٹانے کے لئے دوسری باتوں میں لگ گیا۔

اب اسد اور عشرت دونوں کے امتحانات ختم ہو چکے تھے اور عشرت اپنا آخری پرچہ کر کے اطمینان کی نیند سوئی تھی کہ اسد نے اس کو جگا دیا ـــ اور وہ ماضی کی المناک بھول بھلیوں میں کھو گئی۔

سنے، سنائے اور آنکھوں دیکھے واقعات ایک ترتیب سے سامنے آتے رہے اور عشرت کا استغراق بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اسد کے منتظر ہونے کو فراموش کر گئی ـــ نفیس الحسن کے خراٹوں کی آواز صحن میں گونج رہی تھی۔ عشرت جب دیر تک نہ اٹھی۔ اسد قدموں کی چاپ کو خراٹوں کی آواز میں چھپاتا ہوا عشرت تک پہنچ گیا۔ اور اس کا نام لے کر کہنے لگا۔

"کیا یونہی بیٹھی رہو گی عشرت ـــ؟"

عشرت ماضی کے دھندلکے میں اپنے عشرت محل سے نکلنے کا منظر دیکھ رہی

تھی اور اس کی آنکھیں پُر آب تھیں — اسد کی آواز پر اس کا طلسمِ خیال ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گیا۔ اس نے چونک کر اسد کی طرف دیکھا۔ اور اپنی محویت پر معذوری کا اظہار کرنے لگی۔

"معاف کرنا اسد، میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔

اسد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی — دونوں دوش بدوش برآمدے کی سمت قدم اٹھانے لگے۔ کوئی ان کو دیکھتا تو کہے بغیر نہ رہتا۔ کہ وہ ہمسفرِ حیات بننے کا ریہرسل کر رہے ہیں —!

سعید کوئی پڑھا لکھا آدمی نہ تھا۔ عرف اردو رسم الخط سے واقف تھا اس لحاظ سے اس کو جاہل ہی کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ مگر بلا کا ذہن اور غضب کا مکار تھا — وہ نواب جاوید جاہ کی سرکار میں باپ کی جگہ ملازم ہوا تھا۔ اور ابتداءً ڈیوڑھی کا دربان بنایا گیا تھا۔ لیکن اس نے اسی دن سے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے باپ دادا کی طرح موچی کا موچی نہ رہے گا جو اس کے بعد اس کے لڑکوں کو بھی چاکری ہی کرنا پڑے۔

جاوید جاہ کی زندگی میں تو اس کو کوئی عروج نہ ملا۔ مگر عشرت جاہ نے باپ کے وقت کا آدمی سمجھ کر عزت افزائی کی اور گھر کا مہتمم خاص بنا دیا۔

چالاک سعید اسی دن کا منتظر تھا۔ اس نے دوسرے ہی روز سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور جلد ہی ایک چھوٹی سی رقم جمع کر لی —

وحید و حمید اس کے دونوں لڑکے جوان ہو چکے تھے، اور زمانے کے رواج کے مطابق تھوڑی بہت تعلیم بھی حاصل کر چکے تھے۔ سعید نے ان کو نواب عشرت جاہ

بچّے حضور میں پیش کر دیا۔ اور دست بستہ عرض پیرا ہو گیا۔ کہ غلام زادے کوئی معمولی کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پیسے سے مجبور ہیں، کوئی رقم معمولی قسطوں کی ادائگی پر عطا ہو جاتی تو ان کا مستقبل سدھر جاتا۔

عشرت جاہ کی بارگاہ میں داد و دہش کی گرم بازاری تھی۔ غیر متعلق لوگ آکر لے جاتے تھے۔ تو سعید کے بچّے تو خدمت گزار ہی تھے۔ عشرت جاہ نے بلا پس و پیش دو ہزار روپے بخش دیئے اور دونوں بھائیوں نے کپڑے کی ایک دوکان کھول لی۔ جس میں کچھ دنوں بعد سعید کی پونجی کا اضافہ ہو گیا۔ اور وہ براہ راست بمبئی سے مال خریدنے لگے۔

وحید دوکان پر بیٹھتا اور حمید باہر جاکر مال لاتا تھا۔ —— اس طرح ایک طرف عشرت محل کے ساکن کھوکھلے ہوتے گئے۔ دوسری طرف سعید کے لڑکوں کا کاروبار بڑھتا رہا اور کچھ دنوں کے وقفہ سے حمید نے بمبئی کو مستقلاً اپنا مستقر بنا لیا۔

سعید عشرت جاہ کی سرکار میں ہزاروں روپے کی دغابازی کر چکا تھا۔ اس دولت نے تجارت کو چمکا دیا اور سعید کے لڑکوں کا شمار بڑے کاروباریوں میں ہونے لگا۔ اس کا مقصد عشرت جاہ کو مفلس و قلاش بنانا نہ تھا، وہ تو صرف اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا تھا جو نا عاقبت اندیش رئیس زادے کو غلط راستے پر ڈالے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس لئے وہ نت نئی ترکیبیں سوچتا اور ملک کو عشرت محل بنا دینے کی تجویز منظور کرا کے، اس نے عشرت جاہ کے تابوت امارت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

سعید کو سب سے بڑی آمدنی اسی عمارت کی تعمیر سے ہوئی اور اسی کے بعد لکھنؤ و بمبئی میں وحید و حمید کا طوطی بولنے لگا۔

عشرت جاہ کے دوست احباب بھائی تبدا ور ضیغم قدران کو توجہ دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ سعید نے ان کا گھر کاٹ کاٹ کر لڑکوں کو موٹا کیا ہے لیکن عشرت جاہ ایک بلند کردار اور عالی ظرف انسان تھے، انھوں نے اپنے ایک ملازم کمترین کی ترقی پر ذرا بھی رشک وحسد نہ کیا۔ احساس کب ہوا جب وحید، سعید کے مرنے کے بعد پرونوٹوں کی تجدید کے لئے پہنچا مگر اب کوئی تأسف بعد از وقت تھا۔ سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا کوئی حاصل نہ ہو سکتا۔ لہٰذا عشرت جاہ خاموش ہو گئے اور عشرت محل کی بربادی پر مُہر تصدیق لگ گئی۔

اب عروس البلاد لکھنؤ میں وحید کی کئی دوکانیں تھیں اور وہ لکھ پتی کہلاتا تھا۔ بمبئی میں حمید کا کام اس سے بڑا تھا۔ وہ ممالک غیر سے براہ راست کپڑا منگواتا تھا اور پورے پورے جہاز خریدنے میں بڑے بڑے بیوپاریوں کی شرکت کر لیتا تھا۔ ان کو دولت سے زائد عزت کی فکر تھی خصوصیت کے ساتھ وحید اس کا زیادہ بھوکا تھا۔ کیونکہ لکھنؤ کے لوگ سعید کو اور اس کے سارے خاندان کو جانتے تھے اور وحید کو کم اصل قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی جو اس نے عشرت محل کو حاصل کرنے میں کدو کاوش کی۔ کہ شائد اس طرح وہ اپنے احساس کمتری کو کم کر سکے اور دادو دہش کر کے عوام کی زبانوں پر تالا ڈال سکے۔

عشرت محل ایک مخصوص دور کے لئے یتیموں اور بیواؤں کا ملجا و ماوی رہا تھا۔ غریبوں کی ہر مراد یہاں بر آتی تھی، وحید نے بھی اس یاد کو تازہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن سیر چشمی کا تعلق صرف دولت سے نہیں ہوتا۔ اس لئے سعید کے بیٹے کے بجائے جاوید کے پارۂ جگر کا دل درکار تھا جو وحید

پاس نہ تھا۔ لہٰذا وہ عشرت جاہ تو در کنار فلک نما کے ساکنوں کا زمانہ بھی واپس نہ لا سکا۔ اور لوگوں کو کہنا پڑا۔

"کوا ہنس کی چال چلا تو خود اپنی چال بھی بھول گیا۔"

کہا جاتا ہے کہ دولت کا نشہ انسان کو بے خود کر دیتا ہے وحید نے اس مثل کو سچ کر دکھایا۔ اس نے شان امارت دکھانے کے لیئے صرف خیر و خیرات ہی پر توجہ نہیں کی۔ وقتاً فوقتاً داد عیش بھی دینے لگا۔ اور شہر کی کم قیمت کسبیاں رات کے سناٹے میں عشرت محل میں دکھائی دینے لگیں عشرت محل میں عشرت جاہ نے عمر کے آخری حصہ میں ناعاقبت اندیشی کا کچھ خمیازہ نہ بھگتا تھا لیکن شاید پس مرگ بھی ان کی روح کو قرار نہ ملا ہو گا۔

ایک طرف وہ عشرت محل کی پاک و پاکیزہ زمین کو ناپاک ہوتے دیکھ کر تڑپ اٹھی ہوگی۔ دوسری طرف کمسن و ناتجربہ کار اسد کو عازم سفر پا کر اس کی بے چینی بڑھ جاتی ہوگی اور وہ خالق کائنات کی بارگاہ میں فریاد کرنے لگی ہوگی۔

"میرے مالک، کیا باپ کے اعمال کی سزا بیٹے کو ملنا بھی عین عدل ہے؟"

عشرت و اسد برآمدے میں بچھی ہوئی پرانی وضع کی کرسیوں پر بیٹھے تھے ان کے خیالات میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ جس کی رو آنکھوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی۔ مگر وہ خاموش تھے اور طبیعتوں پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا اور کائنات کو روشن کر کے خالق کائنات سے سرخروئی حاصل کر رہا تھا۔ لیکن شاید اس کو نفیس الحسن کے مکان کے برآمدے سے طلوع ہونے والے ہلال کے مقابلے میں کوئی احساس کمتری تھا۔ جبھی وہ اِکّا دُکّا کرنوں کو اس کے چہرے پر ڈال کر کسب تجلی کر رہا تھا۔

عشرت کو اپنے متعلق فطرت کی کسی فیاضی کا علم نہ تھا۔ آئینہ میں وہ اپنی صورت دیکھتی ضرور تھی مگر صرف لانبے اور گھنیرے بالوں کو درست کرنے کے لئے تاکہ کوئی اس پر اعتراض نہ کر سکے اور پریشان حال ہونے کے باوجود وہ پریشان نہ معلوم ہو۔

اس کو اس حقیقت کا بھی کوئی احساس نہ تھا کہ اس کی ہر شے کی طرح بچپن بھی ساتھ چھوڑ رہا ہے اور دور سے آتی ہوئی جوانی کا پرتو اس کی آنکھوں میں نمایاں ہونے لگا ہے۔ اسد نے کئی منٹ کی محویت کے بعد نگاہیں اٹھائیں تو چاند کی روشنی میں آنسوؤں کا نالہ اس کی آنکھوں سے رواں پایا اور وہ بیٹے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"آنسو پونچھ ڈالو"

عشرت نے فوراً ڈوپٹہ کا آنچل منہ پر رکھ لیا۔ کیونکہ وہ ایسا نہ کرتی تو اسد بگڑ جاتا ــــ کئی مرتبہ ایسا اتفاق پیش آیا کہ اس نے رونا شروع نہ کیا تھا تو اسد نے کہا تھا۔

"تم خود رو کر مجھ کو رُلانا چاہتی ہو ــــ"

عشرت جانتی تھی کہ وہ غلط نہیں کہتا۔ اگر اس نے آنکھیں نہ پونچھیں تو اسد تمام بہانہ رہے گا اور خود عشرت اسکو روتے دیکھ نہ سکے گی اس لئے وہ دوپٹہ کے آنچل میں آنسوؤں کو جذب کر کے بیٹھ گئی اور اسد نے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

"میں کل جا رہا ہوں عشرت!"
جا رہے ہو — کہاں؟ عشرت نے دریافت کیا۔ اور اسد نے جواب دیا۔
"جہاں خدا لے جائے۔"
"کب آؤ گے —؟ عشرت محل کی مالکہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا
اور اسد نے بتایا۔
"جب عشرت محل خریدنے کے قابل ہو سکوں گا۔"
"مگر پانچ سال کی مدت کے اندر تو تمہیں بہرصورت واپس ہی آجانا چاہیئے"
"عشرت نے اسکو توجہ دلائی اور اس نے لہجے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"ہاں، آج سے ساڑھے چار سال بعد تمہارے بی، اے کے امتحان سے
فارغ ہو چکنے تک ضرور آجاؤں گا۔"
عشرت، محبت کی پوری معصوم نگاہی اور نسائیت کے انتہائی غرور سے
اس کی طرف دیکھنے لگی اور یکایک اس کو خیال پیدا ہو گیا کہ اس کے بعد وہ
کس کا سہارا لے گی —؟ نفیس الحسن موجود تھے لیکن عشرت ان پر اپنا
کوئی حق نہ سمجھتی تھی، اس کی ہر امید کی پناہ گاہ یہی کمسن نوجوان تھا جو اب
اس سے جدا ہونے جا رہا تھا۔ لہٰذا غیر ارادی طور سے اس کے منہ سے نکل گیا۔
"اب میں کس کے سہارے زندہ رہوں گی —؟"
"خدا پر بھروسہ کرو اور تمہارے ماموں جو باپ کی جگہ موجود ہیں
اسد نے دل دہی کی اور عشرت کے آنسو بہہ نکلے۔
"اسد انتہائی تحمل سے کام لے رہا تھا۔ پھر بھی وہ آبدیدہ ہو گیا۔ لیکن
اس نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لئے اور کہنے لگا۔
"دیکھو، میں تمہارے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔ عشرت، کہیں تمہارے رونے

سے میرا ارادہ مذبذب نہ ہو جائے اور عشرت محل کو ہم دونوں سے شکایت باقی نہ رہ جائے ۔"

عشرت کی رقت ایک انتہائی نقطہ پر پہنچ گئی تھی، اس نے اسد کے کہنے سے آنکھیں پونچھ ڈالیں۔ کئی منٹ تک خاموش بیٹھی رہی پھر کہنے لگی۔

"عشرت محل ـــــ اسد!"

اس کا انداز بالکل دیوانوں کا سا تھا۔ اسد متحیر ہو کر اس کو دیکھنے لگا۔ اور اس نے اچانک لہجہ پر زور دے کر کہہ دیا۔

"میں تم کو جانے نہ دوں گی اسد ـــ تم مجھے عشرت محل سے زیادہ عزیز ہو۔"

دم لینے کے لئے وہ رکی پھر اس نے اسی تسلسل میں اضافہ کر دیا۔

"میں تم کو قول دیتی ہوں کہ آج سے عشرت محل کا تصور بھی نہ کروں گی۔

"نہیں۔ ایسا نہ کہو، عشرت ـــــ مجھے عشرت محل کو واگزار کرائے بغیر قرار نہ آئے گا"۔ اسد نے متانت کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر اس کی تسکین دہی کے لئے کہا۔ اور تم بددل کیوں ہوتی ہو۔ میں جلدی ہی انتظام کر کے آجاؤں گا۔

"اچھا، اس کو ماموں صاحب کی رائے پر منحصر کر دو۔"

"کہیں ایسا غضب بھی نہ کر دینا۔ ان کو معلوم ہو جائے گا تو وہ قطعاً جانے نہ دیں گے۔" اسد درمیان ہی میں بول اٹھا۔ اور عشرت نہایت تعجب سے کہنے لگی۔ کیا ان سے بلا کہے چلے جاؤ گے۔؟

"ہاں ـــ ان کو بھنک بھی نہ ملنا چاہیئے،" اسد نے اس کو تاکید کی اور عشرت ایک سوچ میں پڑ گئی۔

وہ کسی طرح اسد کو جانے دینے پر رضامند نہ تھی۔ لیکن اسد نے

مختلف طریقوں سے سمجھا بجھا کر ہموار کر لیا اور دوسرے دن رخت سفر باندھ کر چار باغ اسٹیشن پہنچ گیا۔

عشرت کی زندگی میں دو واقعے بہت سخت گزرے تھے، ایک وہ جب نواب عشرت جاہ نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ دوسرا وہ جب اس نے عشرت محل کو وحید کے لئے خالی کیا تھا۔ مگر چار باغ اسٹیشن پہنچ کر اس کو محسوس ہوا کہ اسد کا چھوٹنا ان دونوں واقعوں سے سخت تر ہے، کیونکہ اس وقت انتہائی تڑپ اور بے قراری میں بھی اسد کا سہارا موجود تھا۔ اور اب یہ سہارا بھی اس سے چھینا جا رہا تھا گویا ؎

جس شاخ پر چمن میں بنایا تھا آشیاں
بجلی گری اسی کا سہارا لئے ہوئے

اس کو عشرت جاہ کے بعد دو چیزیں بہت عزیز تھیں، ایک عشرت محل دوسرا اسد — اور اسد کی صورت تو اس کے نزدیک یہ تھی کہ لاشعوری طور پر وہ اسی کو اپنی زندگی سمجھتی تھی۔ مگر یہ بھی اس کی انتہائی بدنصیبی تھی کہ ایک چیز تو مجبوری نکل گئی تھی اور دوسری کو لیلی کے حاصل کرنے کی خاطر گنوا رہی تھی۔ لہٰذا ایک بار پھر اس نے عزم کر لیا وہ یہ غلطی نہ کرے گی اور اسد کو جانے نہ دے گی۔

پلیٹ فارم مسافروں سے بھرا ہوا تھا، پھر بھی عشرت کی پیتابی اتنی بڑھی کہ وہ قریب سے گزرنے والوں کا لحاظ کئے بغیر کہہ گزری۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو اسد — اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ یہ بدنصیب اب کس کی طرف دیکھوں گی؟"

"صرف تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے ضبط و تحمل سے کاٹ دیجئے" اسد نے

صبر و استقلال کے کسی پہاڑ کی طرح قدم جما کر کہا اور عشرت بلک پڑی۔

"اچھا، تم نہیں مانتے تو مجھے قتل کر کے جاؤ۔ میں اس زندگی کی تاب نہیں لا سکتی۔"

" اسد جذبات سے بے قابو ہو چکا تھا اور رو دینے کے قریب تھا لیکن اس کی آنکھیں ذرا بھی بھیگ جاتیں تو عشرت قیامت ڈھا دیتی، اس لئے اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر ملائمت کے ساتھ سمجھانے لگا۔

" دیکھو نادانی نہ کرو۔ میں اب ایک ارادہ کر چکا ہوں مجھے چلا جانے دو۔ کامیابی ہونے میں دیر لگی تو میں پلیٹ آؤں گا"

عشرت باتوں میں آ گئی اور دل پر پتھر رکھ کر خاموش ہو گئی۔ گاڑی آ جانے پر جب اسد اس میں سوار ہوا تو کسی نے اس کو پھر ٹھوکا دیا۔

وہ تجھ سے چھوٹ رہا ہے نہ جانے تو اس کو کب دیکھے گی۔

عشرت ہر طریقہ سے کہہ چکی تھی، اور اسد نے اعتنا نہ کی تھی، اور اب تو گاڑی چھوٹنے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ لہٰذا اس کے رک جانے کی کوئی امید بھی نہ کر سکتی۔ تاہم اس کے منہ سے خود بخود نکل گیا۔

" اسد، تم جا تو رہے ہو لیکن پلٹ کر مجھ کو زندہ نہ پاؤ گے"

اسد گاڑی سے اتر آیا اور پلیٹ فارم سے ایک طرف ہٹ کر اس کو تسلی دینے لگا۔

"تم کو میری بات کا بھروسا نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ کسی مقام پر پہنچتے ہی اطلاع دوں گا۔ اور تمہاری طبیعت بہت گھبرائے تو لکھ دینا میں فوراً چلا آؤں گا"

عشرت فریب وعدہ میں مبتلا ہو گئی۔ گاڑی نے سیٹی دیدی، اسد نے

بڑے پیار سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر خدا حافظ کہہ دیا اور اپنے کمپارٹمنٹ میں کھڑکی پر جا کر کھڑا ہو گیا — اور عشرت نے بڑھ کر ایک پوٹلی اس کے ہاتھ پر رکھ دی جس کے متعلق وہ کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ گاڑی روانہ ہو گئی۔

گاڑی کے حرکت میں آنے پر عشرت کچھ دور اس کے ساتھ ساتھ چلی پھر پیچھے رہ گئی، اسد جھانک جھانک کر اس کو دیکھتا رہا اور رومال ہلا ہلا کر الوداع کہتا رہا۔

گاڑی جب نظروں سے اوجھل ہو گئی تو عشرت ایک جگہ پر بُت بن کر رہ گئی۔ اُس کا دل ڈاڑھیں مار مار کر رونے کو چاہتا تھا۔ مگر آنسو آنکھوں میں خشک ہو چکے تھے اور وہ رو نہ سکتی تھی۔

پلیٹ فارم مسافروں سے خالی ہو گیا تو اس کو بھی چلنے کا خیال آیا۔ اور ایک تسلسل سے کئی لمبی لمبی سانسیں بھر بھر کر اس نے قدم اٹھا دیئے۔ وہ اس ہارے ہوئے جواری کی طرح چل رہی تھی جس نے اپنی آخری پونجی بھی داؤں پر لگا دی ہو اور جس کے پاس کوئی شے اس کی اپنی نہ رہی ہو۔

رکشا پر بیٹھتے وقت اس نے ایک یاس بھری نگاہ سے اسٹیشن کی عمارت کو دیکھا اور اس کو محسوس ہوا کہ جیسے ان اونچی اونچی بُرجیوں کے سائے میں اس نے اپنے ارمانوں اور اپنی تمناؤں کی میّت دفن کر دی ہو — ایک لحظہ تک وہ عمارت کی طرف نظریں گڑو دئے دیکھتی رہی پھر خیال ہی خیال میں پوچھنے لگی۔

اے دورِ حاضر کی عجوبہ یادگار تو نے تو بہت سے بچھڑنے والوں کو ملایا ہو گا۔ کیا مجھ یتیم پر ترس کھائے گی کبھی — ؟

چار باغ کی بُرجیاں اس کی مخاطبت پر تصویرِ غم بن کر رہ گئیں اور عشرت کے کنگروں میں زلزلہ پیدا ہوگیا۔ بے جان عمارت بولنے سے قاصر تھی پھر بھی عشرت کو اس کی آواز سنائی دینے لگی۔

"غم کیوں کرتی ہو، شاہزادی تمہارا اسد تم کو ملے گا مگر آج سے ساڑھے چار سال بعد، اسی پلیٹ فارم نمبر ایک پر۔"

عشرت کو خود بخود ایک اطمینان ہوگیا۔ وہ تیز بھاگتی ہوئی گاڑی میں اسد کو سفر کرتے دیکھنے لگی اور رکشا رکاب گنج ہوتا ہوا وکٹوریہ اسٹریٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔

نفیس الحسن کو اسد کے جانے کا کوئی علم نہ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ عشرت کے ساتھ کہیں گیا ہوگا۔ عشرت کے تنہا واپس ہونے پر انھوں نے دریافت کیا۔

"کہاں ہے اسد؟"

"وہ عشرت محل کے لئے روپے کی فراہمی کرنے گئے ہیں" عشرت نے گلوگیر لہجہ میں بتا دیا۔ اور نفیس الحسن متوحش ہو کر پوچھنے لگے

"کہاں گئے ہیں ——؟"

خدا کی وسیع زمین میں جہاں بھی انتظام ہو جائے" بادہ سال کی الھڑ لڑکی نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور نفیس الحسن سب کچھ سمجھ گئے۔ اسد سے ان کا کوئی براہ راست رشتہ نہ تھا، پھر بھی اس سے ان کو ایک اُنس پیدا ہوگیا تھا۔ لہٰذا وہ بے چین ہو کر چیخ پڑے۔

تم نے کیوں بھیج دیا اس کو ـــــــ بن باپ کا بچہ جانے کہاں مارا مارا پھرے گا۔"

"عشرت کی تاب ضبط جواب دے گئی تھی، اس کے تھمے ہوئے آنسو بہہ نکلے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نفیس الحسن کو اسد کے لئے بہت بے قراری تھی۔ لیکن اسد نے کسی مقام کا تعین بھی نہ کیا تھا اس لئے وہ کسی طرف تلاش کے لئے نکل نہ سکے اور اس کے خط کا انتظار کرنے لگے۔

عشرت ان سے زائد مضطرب تھی، وہ دوسرے ہی تیسرے دن سے خط کی متوقع ہوگئی اور اس کو زیادہ انتظار بھی کرنا نہ پڑا۔ اسد کا خط آگیا جو اس نے راستہ سے لکھا تھا، جس میں عشرت کو صبر و سکون کی تلقین کی تھی اور آخر میں تحریر کیا تھا۔

"عشرت محل کی واپسی کے لئے پچاس ہزار روپے درکار ہیں۔ جن کا مہیا کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں مایوس نہیں ہوں۔ بشرط زندگی لے کر ہی آؤں گا۔ لیکن اس کے لئے تمہیں ساڑھے چار سال کی مفارقت برداشت کرنا پڑے گی۔

"عشرت، تم کو دنیا کا کوئی تجربہ نہیں ہے، تاہم مجھے امید ہے کہ میرے الفاظ پر توجہ دو گی اور اس مدت کو ایک آزمائش دور قرار دے کر ہنس کھیل کر گزار دو گی۔ تم نے اگر یہ زمانہ ضبط و تحمل سے کاٹ دیا اور میں نے واپس ہو کر تمہیں بی، اے کی طالبہ پایا تو مجھے بے پناہ مسرت ہوگی۔"

اس خط سے اسد کے جلد واپس ہونے کی امید منقطع ہوگئی مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ عشرت میں ایک جذبۂ عمل پیدا ہوگیا۔ اسد کی یاد میں

آنسو بہانے اور انتظار کرنے کا شغل منقطع تو نہ ہوا - لیکن اس کا اثر تعلیم و تربیت پر نہ پڑا - اور عشرت ایک تمثیلی دوشیزہ کے ڈھانچہ میں ڈھلتی رہی دو سال کی مدت پلک جھپکتے میں گزر گئی اور عشرت نے ہائی اسکول کا امتحان دیدیا -

اس دن اس کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا جب اس کا نتیجہ آیا اور وہ فرسٹ ڈویژن پاس ہوگئی - عشرت کو اس موقع پر حسرت جاہ کی یاد ضرور آئی ہوگی ، مگر ان سے زیادہ اس کی نظریں اسد کو ڈھونڈ رہی تھیں کہ وہ ہوتا تو اس سے کہتی ——

"دیکھو - میں نے تمہارے کہنے کے خلاف نہیں کیا - اب تو خفا نہ ہوگے مجھ سے -!"

ٹرین کے کمپارٹمنٹ میں مختلف مقامات کے مسافر تھے اور ان سب کی کوئی نہ کوئی منزل تھی جہاں ان کو اتر جانا تھا —— اسد نے بھی کہنے کے لئے جھانسی کا ٹکٹ خرید لیا تھا لیکن وہ کہہ نہ سکتا تھا کہ کہاں جائے گا -؟

اس نے بہت سے آدمیوں سے بمبئی کے بارے میں سنا تھا کہ وہاں تجارتی زندگیوں میں انقلاب آتا رہتا ہے ، اس لئے اس نے بمبئی کا ایک غیر یقینی پروگرام بنا لیا تھا تاہم وہ کوئی قطعی فیصلہ بھی کر نہ سکا تھا - اور سوچا تھا کہ گھر سے نکل کر ہی طے کرے گا کہ اس کو کونسا راستہ اختیار کرنا ہے -

گاڑی نے جب چار باغ کا ڈسٹرکٹ سگنل کراس کیا اور کافی کُٹک کر جھانکنے سے بھی عشرت نظر نہ آئی تو وہ بادیدۂ پُر آب اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا اور ادھر اُدھر بیٹھے ہوئے مسافروں سے بھیگی ہوئی آنکھوں کو چھپانے لگا - اس کی عمر لگ بھگ سترہ سال تھی ، مسیں بھیگ رہی تھیں اور اسکو جوان

کہا نہ جا سکتا۔ بالخصوص وہ جس خاندان کا چشم وچراغ تھا اس میں تو ایسی نظیریں بھی موجود نہیں کہ اس سن کے بچے دونوں وقت ملتے زیرِ آسمان نہ نکلتے تھے۔ مگر قدرت نے اسد کو جن حالات میں لا ڈالا تھا، ان میں اس پر جوانوں سے زائد ذمہ داری آ پڑی تھی اور وہ اس کو محسوس کر کے گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

عشرت سے اس کو بے پناہ محبت تھی۔۔ ایسی محبت جو جنسی آلودگی کے بغیر جنون کی ہم سرحد ہو ــــــ وہ اس سے کسی لامتناہی مدت تک کے لئے جدا ہو گیا تھا۔ اس کا اس کو کچھ صدمہ نہ تھا۔ عشرت کا ایک ایک لفظ اس کے حافظہ میں موجود تھا۔ آنسو کا ہر قطرہ تصور کی زینت بنا ہوا تھا۔ لیکن اس کے سامنے وہ اس لئے نہ رو سکا تھا کہ پھر عشرت سنبھالے سنبھل نہ سکتی اور اب اس لئے آنسو نہ بہا سکتا تھا کہ ساتھ کے مسافر اس سے سبب پوچھتے لہٰذا دل پر جو کچھ بیتی اس کو برداشت کر کے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ اور طبیعت کچھ بحال ہوئی تو اس چھوٹی سی پوٹلی کو کھولنے لگا۔ جو عشرت نے گاڑی کی روانگی کے وقت اس کو دی تھی۔

اس پوٹلی سے ایک خوبصورت ڈبیا برآمد ہوئی جس میں ہیرے کی ایک انگوٹھی رکھی ہوئی تھی ــــــ اسد کو یاد آ گیا کہ یہ انگوٹھی عشرت کی ماں کے نکاح کی تھی۔ جس کو عشرت جان نے محفوظ رکھا تھا اور مرنے سے قبل بیٹی کے حوالہ کر کے تاکید کی تھی کہ اس یادگار کو باقی رکھے ــــ عشرت بچے کھچے تمام زیورات نفیس الحسن سے چھپا کر اسد کو دے چکی تھی جن کو بیچ کر اسد نے ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ اکٹھا کیا تھا اور اس کو لے کر سفر پہ نکلا تھا۔ اس انگوٹھی کو باپ کی وصیت کے مطابق عشرت نے بچا لیا تھا جو چلتے وقت اس کے سپرد کر دی اور اسد کو محسوس ہونے لگا جیسے وہ اس سے کہہ رہی ہو،

"میری اس نشانی کو بہت عزیز رکھنا۔ اس سے ماں کی تمنائیں اور باپ کی آرزوئیں وابستہ ہیں۔ مگر پردیس میں کوئی وقت پڑ جائے تو میرے بجائے میری یادگار کو اپنا شریک کر لینا۔"

اسد نے خیال ہی خیال میں مرد کے انتہائی پیار کے ساتھ عشرت جاہ کی بیٹی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے تصور کو کلیجے سے لگا لیا۔

مسافر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور وہ سوچ رہا تھا۔

"کس قدر بدنصیب ہوں میں جس پر ہوش سنبھالنے سے قبل افتاد پر افتادیں پڑتی رہیں اور اب تو مصائب اپنی معراج پر پہنچ گئے ہیں"

عشرت کو وہ اپنی ذات سے جدا نہ سمجھتا تھا۔ خیال کے تسلسل میں، اس کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا

"عشرت محل کی حور شمائل مالکہ کی ہر امید مجھ سے وابستہ ہے۔ تف ہے میری زندگی پر اگر میں قول مرداں کا بھرم نہ رکھ سکوں اور اس کے اجداد کی چوکھٹ کو غاصبوں سے چھین کر اس کو واپس نہ دے سکوں"

اسد کا یہ ارادہ کوئی نیا نہ تھا۔ اس نے عشرت محل سے نکلنے کے لمحات ہی میں ایک عزم محکم کر لیا تھا کہ نمک حرام وحید کی کوششوں کو باطل ضرور کرے گا۔ اور نواب عشرت جاہ کی روح سے سرخروئی حاصل کئے بغیر نہ رہے گا۔ یہ ارادہ گھر سے نکلنے کے بعد پختہ ہو گیا تھا اور اب اس کے سامنے صرف مستقبل کا لائحہ عمل تھا اور وہ ذرائع سوچ رہا تھا جن سے زر کثیر حاصل کر سکتا۔

اسد کو زندگی کا کوئی عملی تجربہ نہ تھا اور نہ وہ یہی جانتا تھا کہ زیادہ روپیہ کس طرح مل سکتا ہے ۔۔۔ اس کی تمام معلومات سُنی سنائی تھیں

اور یہ بات ذہن میں بس گئی تھی کہ انسان کے مالی حالات میں کوئی انقلاب آسکتا ہے تو صرف تجارت سے ــــ اسی لئے اس نے گھر سے چلنے سے قبل کوئی کاروبار کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ زیر غور محض میدان عمل کا انتخاب تھا جس کے سلسلے میں تین نام سامنے آرہے تھے، دہلی، کلکتہ اور بمبئی مسلسل سوچ بچار کرنے سے بمبئی خیال میں جم کر رہ گیا اور اس نے وہیں کا عزم کر لیا۔

اس کے گہرے سکوت کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا اور سفر کی ابتدا سے اس وقت تک اس نے کسی کی طرف دیکھا ہی نہ تھا اس لئے ایک مسافر نے ازراہ ہمدردی اس کو ٹوکا۔

"آپ کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہوتی ہے۔"

"جی ہاں - ذرا یوں ہی سر میں درد سا ہے ـــ" اس نے کہہ دیا اور پھر خاموش ہو گیا ـــــ مسافر نے اٹھ کر اپنا بکس کھولا اور ساری ڈان کی ایک ٹکیہ اس کے لئے نکال لایا - جو اسد کو بات کی لاج رکھنے کے لئے کھانا پڑی اور مسافر سے جھانسی تک ہمکلام رہنا پڑا - جہاں وہ اس کا شکریہ ادا کر کے اتر پڑا - کیونکہ اس کو بمبئی جانے کے لئے کسی دوسری ٹرین میں سوار ہونا تھا -

اسد نے عشرت محل کا عروج بھی دیکھا تھا اور زوال بھی - اس کی پرورش شاہزادوں کی طرح ہوئی تھی اور جن گودوں میں وہ کھیل کر وہ بڑا ہوا تھا - وہ تو بلاشبہ نواب زادیاں تھیں - لہٰذا عام لوگوں سے اس کے ملنے جلنے کا سوال ہی نہ تھا ـــ البتہ پچھلے سال سوا سال سے دنیا کا کچھ تجربہ ہوا تھا - وہ بھی اس حد تک کہ زمانہ کے گرم و سرد سے واقفیت ہو گئی تھی - جہاں تک

لکھنؤ سے باہر کہیں آنے جانے کا تعلق ہے اس کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ تاہم عقل سلیم نے اس کی رہبری کی اور وہ بعافیت گاڑی پر سوار ہو کر بمبئی کے اسٹیشن پر اتر گیا۔

ذہن میں ایک منصوبہ قبل سے بنا ہوا موجود تھا۔ جس کے مطابق وہ اسٹیشن سے مسافر خانے پہنچا اور تھوڑی دیر آرام کر کے بھنڈی بازار گیا۔ دو فقرے اس کے دماغ کے محور پر گشت کر رہے تھے۔ پچاس ہزار روپے اور ساڑھے چار سال۔ جس کے معنی یہ تھے کہ اس کو بارہ ہزار روپے سال کمانا چاہئے تھے۔ وہ کسی سے ذکر کر دیتا تو اسکی صحت دماغ پر شک کیا جاتا۔ لیکن اس نے سعی مسلسل اور عمل پیہم کی قوت پر عزم محکم کر لیا تھا کہ اس کی آمدنی بہر حال ایک ہزار روپے ماہانہ کے اوسط سے ہوگی اور خدا اس کو اس کے ارادے میں کامیاب کرے گا۔

وہ انٹرمیڈیٹ تک تاریخ کا طالب علم رہا تھا اور اودھ کے ماضی کی تفصیلات بزرگوں سے سنتا رہا تھا۔ جانتا تھا کہ وہ برہان الملک کے تدبر، شجاع الدولہ کی شجاعت اور آصف الدولہ کے جود و سخا کا وارث ہے مگر اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ رم سلطان بود کا آوازہ بلند نہ کیا۔ اور بمبئی پہنچنے کے دوسرے ہی دن سے وہ فٹ پاتھ پر کپڑے کی کٹ پیس بیچتا نظر آنے لگا۔

آغاز بہت مایوس کن ثابت ہوا۔ سارے دن میں وہ ایک روپے سے زائد پیدا نہ کر سکا۔ جب کہ اس کا خرچ ڈیڑھ روپیہ ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نسلی شرافت اور تعلیم اس پر غالب تھی وہ نہ تو آواز لگا سکتا اور نہ کسی آئندہ و روند کو مخاطب ہی کر سکتا تھا۔

دوسرے دن بھی یہی انجام ہوا اور اس کے دل میں مایوسی کی ایک کالک پیدا ہونے لگی۔ مگر اس نے اپنے کو جھڑک دیا کہ راستے ہی کی دشواریوں سے ہمت ہارا جاتا ہے تو منزل کی مشکلات کا مقابلہ کیا کرے گا ـــــ!

اگلے دن وہ عشرت کل کے تصور سے ایک جذبۂ عمل پیدا کر کے اسی دوکان میں پہنچا۔ جہاں سے کتابیں خریدا کرتا تھا۔ اور دوکان کے کارندے سے کہنے لگا۔

"آپ مجھے ایسے ٹکڑے دے دیتے ہیں جو بہت دیر میں بکتے ہیں اور بک بھی جاتے ہیں تو ان میں برائے نام منافع ملتا ہے۔!"

"ٹکڑوں کا انتخاب کرنا ہمارا کام نہیں ہے، ہم تو آپ سے اسی مال کے پیسے لیتے ہیں جس کو آپ پسند کرتے ہیں" ۔ کارندے نے جواب دیا۔ اور اسد کہنے لگا۔

"آپ کو کم سے کم نئے ہاکروں کی رہبری تو کرنا ہی چاہئیے ـــــ"

"اتنا وقت ہمارے پاس کہاں ہے کہ ہم ٹرینگ دیتے رہیں" کارندے نے کام میں مصروف رہتے ہوئے جواب دیا، اور اسد کے چہرے سے ایک اداسی ٹپکنے لگی۔ وہ مایوس ہو کر دوکان سے نکلنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک نقرئی آواز اس کے کان میں گونجی جو کہہ رہی تھی۔

"ادھر آئیے مسٹر، کیا بات ہے۔ مجھ سے کہئیے ـــ!

"اسد نے آواز پر اس طرف گردن اٹھا کر دیکھا،" اور نزدیک ہی کاؤنٹر پر ایک پرجمال لڑکی کو اپنی جانب متوجہ پایا جو شاید اس کے مہذب انداز اور شستہ لہجہ سے متاثر تھی ـــ اور دیر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ـــ اسد نے اس کے پوچھنے پر اپنی مشکلات بیان کر دیں

اور لڑکی خود اٹھ کر کپڑے کی کھلی ہوئی گانٹھوں کے قریب آ گئی ۔
اس نے اچھے اچھے ٹکڑے چھانٹ کر ایک انبار اسد کے سامنے لگا دیا۔ اور وہ اس کو روکنے لگا۔

"بس بس، اتنے ہی کافی ہیں ——"

"نہیں لے لیجئے، پیسے کم ہوں تو کل دیدیجئے گا —آپ تو روز آتے ہیں۔ لڑکی مرتعش لہجے میں بولی، اور اسد نے کہا۔

"اتنی مہربانی کرنا چاہتی ہیں تو کل پھر چھانٹ دیجئے گا"

"اچھا —یہ کام آپ مجھ سے روز لیں گے۔ لڑکی نے ایک دلنواز انداز میں تبصرہ کیا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی —اس کو اس کے موتیوں جیسے چمکتے ہوئے دانت بہت بھلے لگے اور وہ بلا ارادہ سوچنے لگا۔

یہ عشرت سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے —مگر اتنی اچھی کیوں معلوم ہوتی ہے ؟ شاید اس لئے کہ عمر میں اس سے زائد ہے ؟

لڑکی نے اس کے سکوت کو کسی آزردگی پر محمول کیا اور شگفتگی سے بولی

"آپ شاید میرے کہنے کا برا مان گئے"

"نہیں، برا ماننے کا کیا محل ہے، آپ نے مجھ پر عنایت کی ہے جس کا میں کسی طرح مستحق نہیں ہوں —اسد نے ایک طرح پر اظہار تشکر کیا۔ اور لڑکی نے کارندے سے تمام ٹکڑوں کے ولنٹ ناپنے کے لئے کہہ دیا ——

اسد صرف ضرورت بھر کی رقم ساتھ لے کر چلتا تھا۔ کیونکہ راستہ میں جیب کٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے کچھ نہ کچھ کمی پڑنا ضروری تھی۔ جس کا احساس کر کے موجودہ رقم اس نے سامنے نکال کر رکھ دی۔

اور کہا اس کے بقدر مال اس کو دید یا جائے باقی جمع کر لیا جائے ۔ وہ اگلے دن آکر اُٹھا لے گا ۔ لیکن لڑکی نے اصرار کر کے اس کے حوالے کر دیا ۔ اور بیس روپے اس کے ذمہ باقی رہ گئے ۔

اس دن وہ دوکان سے نکلا تو خود بخود اُسکو ایک مسرت ہو رہی تھی اور لڑکی کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی اس کو جاتے دیکھ رہی تھی ۔

اسد کو پھیری لگاتے آج تیسرا دن تھا اور پچھلے دو دنوں کے مقابلے میں مال بھی زیادہ لے کر نکلا تھا ۔ پھر بھی سب ٹکڑے بہت جلد فروخت ہو گئے اور سہ پہر کو ایک چائے خانے میں بیٹھ کر اس نے حساب کیا تو دس روپے منافع کے بیٹھے تھے ۔ وہ دل ہی دل میں خوبصورت لڑکی کا شکر گزار ہو رہا تھا ۔ جس کی بدولت یہ کامیابی نصیب ہوئی تھی ۔

دوسرے روز وہ دوگنی رقم لے کر پہنچا ۔ لڑکی نے پھر اس پر نوازش کی ۔ اور وہ ڈیوڑھا مال لے کر برآمد ہوا ۔ جس کا حشر بھی پہلے دن جیسا ہوا ۔ اور اسد کے سرمایہ میں پندرہ روپے کا اضافہ ہو گیا ۔

مسافر خانے میں قیام کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ ہو سکتی تھی جس کا احساس اُس نے تیسرے ہی چھ تھے دن کیا ، اور ایک ہاکر کے ذریعے ایک کوٹھری حاصل کر کے اس میں منتقل ہو گیا ۔ اس عمل سے اس کے بجٹ میں ایک اضافہ ہو گیا ۔ لیکن یہ اضافہ ناگزیر تھا ۔ اس لئے اس نے برداشت کیا اور مستقلاً گٹ پیس بیچتا رہا ۔

لڑکی اس پر بہت مہربان تھی ۔ جس کی بابت اس کو معلوم ہوا تھا کہ مالک کی بیٹی ہے اور تفریحاً تھوڑی دیر کے لئے دوکان پر آکر بیٹھ جاتی ہے ۔ اسد کو اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ وہ کون ہے ؟ وہ تو اس کے انتخاب سے فائدہ

اُٹھا رہا تھا۔ لہٰذا اس کا مُتشکّر تھا اور اس کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

ایک روز جب وہ گیا تو لڑکی نے براہ راست اس کو کاؤنٹر کے قریب بُلا لیا اور اس سے کہنے لگی۔

"کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے کہ اصول تجارت سے ہٹ کر میں آپ کے بارے میں کچھ دریافت کروں۔"

ایک پردیسی کے بارے میں پوچھنا ہی کیا۔ مگر آپ میری محسنہ ہیں۔ آپکو ہر طرح کا حق حاصل ہے ۔ اسد نے کہا اور لڑکی کے رخسار سے شفق گوں ہو گئے۔ اس نے ایک ادائے محبوبانہ سے اسد کو دیکھا اور اس کو دوران خون تیز ہوتے محسوس ہونے لگا۔ پھر بھی وہ بہک نہ سکا اور لڑکی کہنے لگی۔

"میں پچھلے پندرہ بیس روز سے اس کاؤنٹر پر بیٹھتی ہوں لیکن آپ کا سا ہاکر میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس لئے تجسس پیدا ہو گیا۔"

"ہاکروں کی کوئی قوم تو ہوتی نہیں ہے، حالات جس کو بھی مجبور کر دیں۔ وہ یہ ذریعۂ معاش اختیار کر لیتا ہے۔" اسد نے بجھے بجھے سے لہجے میں کہا۔ اور لڑکی مُسکراتے ہوئے بولی۔

"قوم نہیں ہوتی۔ لیکن ایک طبقاتی تقسیم سے اس کا تعلق ضرور ہے۔"

پھر اس نے اکدم مطلب پر آتے ہوئے۔ اضافہ کیا۔

"مجھے اس بحث سے کوئی غرض نہیں۔ میں تو صرف آپ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"سر دست اتنا ہی کافی ہے کہ میرا نام اسد ہے اور میں بمبئی میں تازہ وارد ہوں۔" اسد نے بتایا اور اس نے پوچھا۔

"آپ کچھ پڑھے لکھے ضرور معلوم ہوتے ہیں؟"

"ہاں انگریزی اور اردو سے حروف آشنا ہوں" اسد اپنی علمیت کو چھپا نہ سکا۔ کیونکہ پہلے دن جب اس نے کچھ کپڑا قرض لیا تھا تو لڑکی نے اس سے میمو پر دستخط کرائے تھے۔ قلم کی روانی پر تحیر کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔ اور یہ رائے قائم کرلی تھی کہ وہ تعلیمیافتہ ہے۔ اسی تأثر کے تحت اس وقت استفسار کیا تھا ـــ جس کی تصدیق ہوگئی۔ اور لڑکی کہنے لگی۔

"آپ کہیں ملازمت کیوں نہیں کر لیتے ـــ؟"

"چاکری مجھ سے نہ ہو سکے گی ـــ" اسد نے کہہ دیا اور لڑکی نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"ملازمتیں ایسی بھی تو ہوتی ہیں جن میں نوکر کو نوکر سمجھا نہیں جاتا۔"

"کیوں نہیں ـــ تاہم میرا نصب العین تجارت ہے ـــ" اس نے اپنے خیال کو بالکل واضح کر دیا، اور لڑکی خاموش ہو گئی۔ کیونکہ دوکان کا منیجر ایک طرف سے اتنی طویل گفتگو پر اس کی طرف گھور رہا تھا ـــ اسد اس کے خاموش ہو جانے کا مطلب سمجھ نہ سکا۔ اور اس نے اپنی طرف سے ایک سوال کر دیا۔

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں ـــ؟"

"ہاجرہ ـــ" اس نے آہستہ سے کہہ دیا، اور یہ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "چلئے میں آپ کو کپڑا اچھا نٹ دوں۔"

اسد چلنے کے لئے مڑ گیا۔ اور ہاجرہ نے ایک نئی گانٹھ کھلوا کر اس کو اچھے اچھے ٹکڑے نکال دیئے ـــ وہ اس کا شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گیا۔ اور لڑکی اپنی جگہ پر جا بیٹھی۔

"اگلے روز وہ پہنچا تو ہاجرہ موجود نہ تھی، اس نے کارندوں سے

دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نہیں آئی ـــــ اسد کو اب اتنا سلیقہ آ گیا تھا کہ اچھے یا بُرے ڈیزائن کی تمیز کر سکتا۔ اس نے خود انتخاب شروع کر دیا۔ اور کپڑا لے کر روانہ ہو گیا۔

اس کے اور ہاجرہ کے انتخاب میں اگرچہ زیادہ فرق نہ تھا۔ مگر ہاجرہ نئی گانٹھ کھلوا کر چھانٹتی تھی اور اس نے کھلی ہوئی گانٹھ سے ٹکڑے نکالے تھے، اس لئے منافع کچھ کم ہوا۔ پھر بھی جو کچھ وہ لایا تھا اس کو اس نے فروخت کر لیا۔

خوبصورت اور نیک نفس ہاجرہ دو روز نظر نہ آئی تو اس کو ایک تشویش پیدا ہو گئی۔ لیکن ایک دوشیزہ کا معاملہ تھا وہ زیادہ پوچھ گچھ نہ کر سکا چوتھے دن وہ کاؤنٹر پر دکھائی پڑ گئی اور اسد دوکان میں داخل ہوتے ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ ہاجرہ اس کے بولنے سے قبل آہستہ سے کہنے لگی

"کیا آپ شام کو چھ بجے اسپتال کے نزدیک مل سکتے ہیں؟"

"کیوں، کوئی کام ہے مجھ سے؟" اسد نے دریافت کیا۔ اور ہاجرہ مقابلتاً زیادہ دھیرے سے بولی

"فضول پوچھ گچھ نہ کیجئے، مل جائیے گا شام کو۔"

"یہ کہہ کر اس نے منیجر کی طرف دیکھا اور بلند آواز سے کہنے لگی۔

"چلئے میں کپڑا نکال دوں، آپ کو جلی کرے"

"اسد نے بھی پھر کچھ نہ کہا۔ ہاجرہ نے اس کو کپڑا دے دیا۔ اور وہ دوکان سے باہر آ گیا ـــــ اور روز دن بھر یہ سوال اس کے دماغ میں پیدا ہوتا رہا۔

"ہاجرہ نے مجھے کیوں بلایا ہے ـــــ؟"

"شاید وہ مجھے ملازمت کر لینے پر مجبور کرے ۔۔ اس نے قیاس سے ایک رائے قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر کسی قطعی نتیجہ پر پہنچ نہ سکا اور کاروباری مصروفیت نے زیادہ غور و فکر کا یارا نہ دیا۔

اسد اپنے کو فضولیات میں اُلجھانا پسند نہ کرتا تھا۔ لیکن ہاجرہ نے اس پر احسان کیا تھا۔ لہٰذا وہ اس کے کہنے کو ٹال نہ سکا اور شام کے جھٹپٹے میں اس کے قدم بے جے اسپتال کی طرف اُٹھ گئے ۔ اس کو اسپتال کے قریب ٹہلتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہاجرہ تھوڑے فاصلہ پر ایک ٹیکسی سے اُتری اور اس کی طرف بڑھنے لگی ۔

اسد کی نگاہ جیسے ہی اس سے چار ہوئی ، وہ مسکرانے لگی ۔۔۔ اور اسد کو محسوس ہونے لگا جیسے اس نے اس سے خوبصورت لڑکی دیکھی ہی نہیں ۔

وہ اس وقت بہت بنی سنوری تھی اور سنگھار نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے تھے ۔۔ اسد آن کی آن کے لئے مسحور ہو کر رہ گیا۔ اور ہاجرہ اس کے نزدیک پہنچتے ہوئے کہنے لگی ۔

"آپ زبان کے بہت پابند معلوم ہوتے ہیں "

"آپ نے حکم دیا تھا اس لئے نہ آنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا ۔ اسد نے کہا اور اسی سلسلے میں اضافہ کر دیا " فرمایئے ، کیوں طلب کیا ہے مجھے ؟"

"بات یہ ہے کہ منیجر نے پاپا سے شکایت کر دی تھی کہ میں گاہکوں کو خراب کرتی ہوں ، لہٰذا اس نے دوکان میں آپ سے بات نہیں کی " ہاجرہ نے کسی کلی کی طرح مسکراتے ہوئے کہا اور اسد نے منیجر کے خیال کی تصدیق کی ۔

میں اس کو ہرگز تسلیم نہ کروں گی ۔ آدمی کاروبار کی خاطر انسانیت کو فراموش کر دے ۔" وہ لہجے پر زور دے کر بولی ۔ اور اسد کو اس کی تائید کرنا پڑی ۔

"یہ صحیح ہے ۔۔۔ لیکن ہر شخص اتنا بلند خیال تو نہیں ہوتا !"

"کوئی ہو یا نہ ہو ۔۔۔ مگر میں تو انسانی قدروں کو نظر انداز نہیں کر سکتی ۔۔ اس نے کسی ضدی لڑکی کی طرح کہا ۔ اور اکدم لہجہ بدل کر بولی ۔"

"یہ جگہ باتیں کرنے کے لئے موزوں نہیں ہے ۔۔۔ آئیے کسی سکون کی جگہ بیٹھیں چل کر ۔"

یہ کہہ کر وہ چل پڑی ۔ اور اسد ایک پس و پیش میں پڑ گیا ۔ پھر وہ اس کے عقب میں قدم اُٹھاتے ہوئے کہنے لگا ۔

"سنئے تو مس ہاجرہ ۔۔۔ آپ شاید یہ بھول گئی ہیں کہ میں ایک ہاکر ہوں ۔"

ہاجرہ نے اس پر ایک خوشگوار خفگی کی نگاہ سے گھوم کر اس کی طرف دیکھا ۔ اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ۔

"آپ اس قدر احساس کمتری میں کیوں مبتلا ہیں ۔۔۔ ؟!"

" اسد اس کا جواب کیا دیتا کہ انقلاب ہے ، ورنہ وہ کسی شخصیت اور ثروت سے متاثر ہونے والا نہیں ہے ، تاہم کچھ نہ کچھ کہنا ضروری تھا اس لئے وہ کہنے لگا ۔

"سماج نے مجھے کمتر قرار دیا ہے ۔ اس لئے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں ۔"

"میں اس اصول کو ماننے کے لئے تیار نہیں ۔۔۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی صرف باتیں ہی کر رہے ہیں ۔ یہ کہتی ہوئی ۔ وہ ایک ٹیکسی کی طرف مڑ گئی جو اس کے ہاتھ کے اشارے پر رک گئی تھی ۔ ٹیکسی کے قریب پہنچ کر

اس نے پہلے اسد سے بیٹھنے کو کہا۔ اور وہ ایک جھجک کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تو اس نے بھی اس کے برابر کی جگہ لے لی۔ اور ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ روانہ ہو گئی
ہاجرہ نے ٹیکسی والے سے جوہو کی طرف چلنے کو کہہ دیا تھا، لہٰذا وہ ایک رفتار سے لگاتار رہا۔ اور اسد کو احساس ہو تا رہا کہ ہاجرہ اس کو کسی غلط جگہ لے جا رہی ہے۔ ہاجرہ کی عمر لگ بھگ سولہ برس کی تھی اور وہ انٹرمیڈیٹ کا پہلا سال پاس کر چکی تھی۔۔ آسائش کی زندگی اور اچھے ہاتھ پیروں نے اس کو بھرپور جوانی سے ہمکنار کر دیا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک ایسا نشہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ جس کی طرف دیکھ لیتی اس کا بے خود نہ ہونا ممکن نہ تھا۔

جب جب اسپتال سے سمندر کے کنارے تک جتنی مرتبہ اس کی آنکھیں اسد سے چار ہوئیں۔ نوعمر نواب زادہ اتنی ہی مرتبہ ایک کیف میں آ گیا ۔۔ وہ اس سے الگ ہٹا ہوا اور سمٹا سمٹایا بیٹھا تھا۔ پھر بھی گاڑی کے اُچھلنے سے بار بار اس کا جسم ہاجرہ کے جسم سے مَس ہو جاتا تھا اور اس کی رگوں میں ایک برق سی دوڑ جاتی تھی۔

ہاجرہ بھی بالکل خاموش تھی۔ اسد باہر کی طرف دیکھ رہا تھا اور ہاجرہ کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ اس طرح جوہو تک کا فاصلہ طے ہو گیا۔ اور ٹیکسی نے دونوں کو ایک مقام پر اُتار دیا۔

ہاجرہ کی آنکھیں اب کچھ زیادہ نشیلی ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک دفعہ ان کو گردش دے کر اسد سے کہا۔

"آئیے ۔۔"

"اسد اس کے ساتھ ہو لیا اور دونوں برابر برابر چلنے لگے ۔۔

جو ہوکا جماؤ شروع ہو چکا تھا۔ پھر بھی زیادہ مجمع نہ تھا۔ ریت پر بچھی ہوئی ایک بنچ ان کو خالی مل گئی اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔

ہاجرہ وہاں اسکو کیوں لائی تھی یہ خود اس کو معلوم نہ تھا ـــــ وہ تو صرف اتنا ہی جانتی تھی کہ جب سے اس نے اس کو دیکھا تھا اس وقت سے جی چاہتا تھا کہ مسلسل دیکھتی ہی رہے اور جس طرح بن پڑے اس کو اپنے برابر کی سطح پر لے آئے ـــــ اس وقت بھی ایک گہرے سکوت کو توڑنے کا سوال پیدا ہوا تو اس نے اسی جذبے کا سہارا لے لیا۔ اور ایک ہیجان انگیز ادا سے کہنے لگی۔

" آج آپ کو اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دینا پڑے گا ـــــ"

" بتا تو چکا ہوں، بنارس کا رہنے والا ہوں " اسد بولا اور ہاجرہ اس کے جھوٹ پر مسکرا پڑی پھر پوچھنے لگی۔

" اچھا تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے ـــــ"

" انٹرمیڈیٹ تک ـــــ اس نے صحیح کہہ دیا اور اپنے گھریلو حالات کے بارے ایک فرضی داستان بیان کر دی کہ اس کے باپ حرکت قلب کے دورے میں اچانک مر گئے اور اس کو کسب معاش کے لئے بمبئی کا رخ کرنا پڑا۔

" ہاجرہ محبت پاس نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے اس کے خاموش ہونے پر ایک لمبی سانس لی اور کہنے لگی۔

" آپ آخر ملازمت کیوں نہیں کر لیتے ـــــ"

" عرض تو کر چکا ہوں کہ مجھے تجارت سے دلچسپی ہے۔ اسد نے کہا۔ اور ہاجرہ نے تجویز کیا۔

"تو پھر کہیں کوئی چھوٹی موٹی دوکان ہی رکھ لیجئے ۔"

"اس کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی ۔ جو میرے پاس ہے ہی نہیں ۔"
اسد نے معذوری ظاہر کی اور اس نے اپنایت کے لہجہ میں کہا۔
"اس کا انتظام بھی ہو جائے گا ۔"

"تو کیا آپ مجھے خرید لینا چاہتی ہیں ———" وہ اکدم بگڑ سا گیا اور ہاجرہ اس کی وحشت پر مسکرا پڑی ۔ ایک لحظہ تک وہ اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھتی رہی، پھر نسائیت کی حیا سے کہنے لگی ۔
"آپ اتنے کم قیمت تو ہیں نہیں جن کو میرا سا کوئی غریب خرید سکے ۔"

اسد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور ہاجرہ اس کو سمجھانے لگی کہ انسان انسان کے کام آتا ہے اس کو اس کی مدد قبول کرنے میں تکلف نہ کرنا چاہئے، لیکن اسد نے منظور نہ کیا اور ہاجرہ نے بھی سردست زیادہ ضد نہ کی ۔ سوچ لیا کہ پھر اس کو کسی دن راہ راست پر لے آئے گی ۔

وہ کم و بیش گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے ۔ پھر اسد جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو گیا ——— ہاجرہ نے اس سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ لیا ۔ اور ٹیکسی پر لا کر اسپتال کے قریب اُتار دیا ۔

دوسرے دن وہ وقت سے کچھ پہلے ہی اسپتال کے گرد منڈلانے لگی اور اندھیرا ہونے تک منتظر رہی ۔ مگر اسد کی صورت دکھائی نہ دی اور وہ افسردہ و ملول واپس ہو گئی ۔

اس کو امید تھی کہ وہ دوکان پر کپڑا خریدنے ضرور آئے گا لیکن اس کو سخت مایوسی ہوئی ۔ جب وہ وہاں بھی نظر نہ آیا ——— اسد نے

اسد نے قیام گاہ کا پتہ نہ بتایا تھا۔ پھر بھی اندازے سے اس نے ان کوٹھریوں میں تلاش کیا جس میں اس طبقہ کے لوگ رہتے تھے مگر اسکو کوئی کامیابی نہ ہوئی اور ہفتوں پر ہفتے گزرتے گئے۔

کالج کھلنے پر ہاجرہ کی مصروفیت بڑھ گئی۔ تاہم اسد اس کے خیال سے نہ جا سکا۔ وہ اس کو ہر طرف ڈھونڈتی رہی، لیکن اس نے شاید بمبئی چھوڑ دیا تھا، جبھی کہیں دکھائی نہ دیا۔ حتیٰ کہ ایک سال گزر گیا۔ ہاجرہ نے انٹرمیڈیٹ پاس کر کے بی اے میں داخلہ لے لیا۔ اس کو اسد کے ملنے سے مایوسی ہو گئی تھی، پھر بھی وہ اس کو یاد کرتی رہی اور اکثر اس کی آنکھیں اسد کے تصور پر نم ہوتی رہیں۔

وحید کو قدرت نے صرف دولت دنیا ہی سے مالامال نہ کیا تھا، کثرت اولاد سے بھی نوازا تھا۔ دو لڑکے رشید و شعیب تو سن تمیز کو پہنچ رہے تھے۔ باقی بچے چھوٹے تھے۔

وحید چونکہ حسب نسب میں پست تھا اور طبیعت کا بھی حد درجہ چھچھورا تھا۔ لہٰذا صاحب ثروت ہونے سے زائد اپنے بڑے پن کا ڈھنڈورا پیٹتا تھا اور ہر وقت اس کوشش میں رہتا کہ اس کا رابطہ اچھے گھرانوں سے پیدا ہو جائے۔

شروع شروع میں اس نے اپنے بچوں کو اونچی اونچی تربیت گاہوں میں داخل کرایا۔ لیکن آگے چل کر اس معیار کو قائم نہ رکھ سکا۔ کیونکہ جاہ طلبی اور نام و نمود کی ہوس کے ساتھ اس کے مزاج میں کنجوسی بھی

(بقیہ اگلے صفحہ پر؟)

داخل تھی - لہٰذا وہ خرچ کرکے کھپتا تھا یہی سبب تھا کہ رشید کے ہوش سنبھالنے پر اُس نے، اُس کا نام کرسچین کالج میں لکھوا دیا۔ جس کا شمار شہر کے کم خرچ اور اچھے کالجوں میں ہوتا تھا۔

وحید نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اس کے بچوں کو اس سے مختلف ماحول مل رہا تھا۔ ان کو باپ کی طرح نہ چھوٹے سے سن سے کسب معاش کی فکر تھی، نہ مستقبل کا خیال کرنے کی ضرورت۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ ہر بچہ ایک ایک درجہ دو دو سال میں پاس کر رہا تھا۔ چنانچہ رشید تین برس میں ہائی اسکول کر کے انٹرمیڈیٹ کے پہلے سال میں آیا تھا تو جم کر رہ گیا تھا اور یہ تھا بھی اس کے معمولات کے خلاف کہ کسی درجہ میں سینئر طالب علم کی حیثیت سے آنے والوں کا استقبال کئے بغیر آگے بڑھ جائے۔

وہ بڑی شان سے کالج جاتا تھا اور کسی خاندانی امیرزادے کی طرح ایک بے نیازانہ انداز میں موٹر سے اُترتا تھا — اس سال گرمیوں کی تعطیل میں کالج بند ہو کر کھلا تو وہ اپنا بہترین سوٹ زیب تن کر کے نکلا اور وحید کی کار نے اس کو کالج کمپاؤنڈ میں لے جا کر اُتار دیا۔

پرانے لڑکے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر چھیڑ کر ملنے کا لطف لے رہے تھے اور نئے داخلہ لینے کی دوڑ دھوپ میں مصروف تھے کہ رشید نے ایک حور شمائل لڑکی اور ایک بزرگ کو رکشا سے اُترتے دیکھا اور بزرگ کو اس نے پہچان لیا وہ نفیس الحسن تھے۔

رشید، نفیس الحسن اور عشرت دونوں کو پہچانتا تھا اور اس کا دل نہ جانے کیوں عشرت سے ملنے کو چاہتا تھا۔ لیکن وہ ایک ذات واحد تھی جس کے سامنے اس نے جھجک کا احساس کیا اور جس کے مقابلے پر جانے کیلئے

اس کی ہمت ساتھ نہ دے سکی ـــــ ایک مرتبہ تو امین آباد میں وہ اُس کو ٹوکتے ٹوکتے رہ گیا تھا اور باپ کے گناہ نے بیٹے کی قوتِ ارادی کمزور کردی تھی۔

وہ کوئی اچھے نفس یا بلند کردار کا نوجوان نہ تھا۔ اور ہوتا بھی کیونکر؟ کیونکہ وہ تھا بہرحال وحید ہی کا بیٹا۔ تاہم اس کو اتنا احساس ضرور تھا کہ اس کے باپ کو عشرت محل خالی نہ کرانا چاہئے تھا۔ قبضہ کرنا ضروری تھا تو اس کا ایک حصّہ نواب عشرت جاہ کی بیٹی کو بھی رہنے کے لئے دے دینے میں ان کا کوئی نقصان نہ تھا ـــــ اپنے انہی خیالات کو وہ عشرت سے تعلّقات پیدا کرنے کا ذریعہ قرار دینے کی فکر میں تھا، لیکن جب کبھی ایسا اتفاق پیش آیا تو ضمیر کے مجرمانہ احساس نے پارا نہ دیا اور عشرت اس سے دور پہنچ گئی۔

اس وقت وہ کرسچین کالج میں اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور آگے بڑھ کر نفیس الحسن سے پوچھنے لگا۔

"کیا آپ داخلہ کرائیں گے ان کا ـــــ؟"

نفیس الحسن اس کو بالکل نہ پہچانتے تھے۔ انھوں نے سنا تھا کہ وحید کا کوئی لڑکا ہے جو کہیں پڑھتا ہے، اس سے زائد ان کو کوئی علم نہ تھا، لہٰذا انھوں نے اثباتی جواب دیدیا۔ اور رشید کہنے لگا۔

"آئیے میں فارم لا دوں آپ کو ـــــ"

نفیس الحسن اس کو اچھا لڑکا سمجھ کر ساتھ ہو لئے۔ رشید نے نادر ہیں ان کو مدد دی اور پرنسپل کے کمرے کے سامنے پہنچا دیا۔ یہ تھی تقریب رشید و عشرت کی ملاقات کی جو آگے چل کر ہم جماعت

ہونے کے سبب رسمی تعلقات میں بدل گئی اور تعلقات کالج کے تعلیمی دور میں استوار ہونے لگے۔

عشرت اس خاندان کی چشم و چراغ تھی جس میں بیگمات کی آواز بھی چہار دیواری کے باہر جانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ خود نفیس الحسن اب تک اپنے پرانے اصول پر عامل تھے۔ لیکن عشرت جاہ کو جہاں آن بان اور خود نمائی کا جنون تھا، وہاں وہ بڑا پن دکھانے کے لئے انگریزوں کی تقلید میں بھی عار نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے بار بار اس ارادے کو ظاہر کیا تھا کہ وہ عشرت کو پردہ نہ کرائیں گے اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائیں گے۔ اس لئے نفیس الحسن نے پیش حرگ ان کی اس آرزو کو پورا کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

ان کی یہ حیثیت نہ تھی کہ تھانی وہ یورپ کو بھیج سکتے پھر بھی لکھنؤ میں جتنا پڑھنا ممکن تھا۔ وہ اس کا تہیہ کر چکے تھے اور اس لئے عشرت کے سلسلے میں انھوں نے برقعہ تک کا نام نہ لیا تھا۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ عورت، مرد کے دوش بدوش کھڑے ہونے کے فلسفے کے قائل تھے۔ بلکہ جہاں تک مشرقی نسائیت کے تقاضوں کا تعلق ہے وہ ان کے نزدیک یہی تھا کہ عورت کو حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے دیا جائے۔ خود ان کی لڑکیاں پردہ کرتی تھیں اور برقعہ کی پابند ہو کر اسکول جاتی تھیں، لیکن عشرت جاہ اپنی بیٹی کے لئے ایک بات کا تعین کر گئے تھے، لہٰذا انھوں نے اس میں ترمیم نہ کی۔ پھر بھی عشرت کی تربیت کچھ اس طرح کرتے رہے کہ آنکھوں کی حیا کا پردہ اٹھنے نہ پائے اور یہ ان کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ عشرت میں کبھی

مرد کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

"وہ دوسرے طلباء کی طرح رشید کو بھی مخاطب ہونے کی اجازت نہ دیتی۔ لیکن وحید بالڑکا پہلے ہی دن سے اس طرح اس کے قریب آگیا تھا کہ وہ کوئی اجنبیت محسوس نہ کر سکی۔ تاہم اس کے تعلقات عام شناسائی کی حد سے آگے نہ بڑھ سکے۔

"وہ اب بھی رشید کے بارے میں اس سے زائد کچھ نہ جانتی تھی۔ کہ وہ اس کا کلاس فیلو ہے۔ اتنی ہی معلومات اُسکو دوسرے لڑکوں کے متعلق بھی تھیں —— اور اس کے خیال میں کوئی مزید بات معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ وہ کسی لڑکی ہی سے دوستی کرنے کی قائل نہ تھی تو لڑکے کا سوال کیا ہو سکتا۔ وہ تو بہر حال غیر جنس تھا۔

رشید اس کے برخلاف قریب تر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ وہ اکثر دن ہی اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔ کالج کے اوقات سے پہلے یا بعد کو گفتگو کا موقعہ حاصل کرنے میں کوشاں رہتا۔ لیکن عشرت لڑکیوں میں گھس کر گم صم کھڑی ہو جاتی اور رشید کا مقصد پورا نہ ہوتا۔

عشرت کی عمر چھبیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کو ہر اعتبار سے الھڑ کہا جا سکتا تھا۔ تاہم وہ تقاضائے سن سے زیادہ سنجیدہ اور ذہین تھی۔ کسی حد تک کالج کے ماحول کے لئے ناموزوں نظر آتی تھی۔ اور اسی لئے ایک لڑکی نے ایک دن اس کو "سقراط" کہہ دیا تھا۔

اس کے لئے ایسا تبصرہ بھی خوشگوار یا دل آزار ثابت نہ ہوا۔ اس نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نوازش کا جواب دیا۔ اور اس کے ہونٹوں پر کبھی منت کشی الفاظ نہ ہوئے —— اس کے اس انداز

ہیں افتاد مزاج سے زیادہ زمانے کی نیرنگی کو دخل تھا جس کے تلخ تجربات نے چھوٹے سے سن میں اُس کو اس قدر دل شکستہ کر دیا تھا کہ اپنا وجود خود اپنے پر بار معلوم ہوتا تھا، اور کسی سے ملنے جلنے یا ہمکلام ہونے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔

ایک دن عشرت کالج کا وقت ختم ہونے پر رکشا کا انتظار کر رہی تھی جو اس کو لانے اور لیجانے کے لئے متعین تھا کہ عقب سے رشید کی کار آ گئی، اور اس کے برابر پہنچ کر رک گئی — رشید کی آواز اس کے کان میں پڑی جو کہہ رہا تھا۔

"آئیے مس عشرت بیٹھ لیجئے نا۔ میں آپ کو آپ کے گھر پہنچا دوں گا"

عشرت کو اس کی بابت کوئی علم نہ تھا کہ کدھر اور کہاں رہتا ہے پھر بھی وہ اپنی زندگی کا ایک اصول بنا چکی تھی، اس لئے اس نے انکار کر دیا۔

"شکریہ"

وہ بلا ارادہ ایک طرف دیکھنے لگی۔ تاکہ رشید گزر جائے۔ مگر وہ یوں ٹلنے والا نہ تھا۔ کار سے اُتر کر آ گیا اور کہنے لگا۔

"آپ اتنا تکلف کیوں کرتی ہیں — میں آپ کو راستے میں اُتار دوں گا"

"معاف کیجئے گا، میں اپنے کو موٹر میں بیٹھنے کے لائق نہیں سمجھتی"

عشرت نے کچھ ایسے لہجے میں جواب دیا کہ رشید کو اپنے کانوں میں ٹوٹے ساغر کی جھنکار کا احساس ہونے لگا — اور اس نے اس کی آنکھوں میں

جھانکنے کی کوشش کی ـــــ تو عشرت کی نگاہیں درد و غم کی ہزاروں داستانوں کی ترجمان تھیں اور ان سے امتداد زمانہ کی بجلیاں ٹوٹ رہی تھیں ۔ رشید بے حس ہونے کے باوجود متاثر ہوئے بغیر نہ رہا ـــــ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عشرت نے خود ماحول کی بدمزگی کا احساس کیا ۔ اور بات کا رُخ بدلنے کے لئے پوچھنے لگی ۔

”آپ کا مکان کیا ادھر ہی کہیں ہے ـــــ ؟“

”ارے ، آپ نہیں جانتیں ـــــ رشید نے نہایت استعجاب کا مظاہرہ کیا اور اس سلسلے میں کہا ـــــ جب آپ ہی کے محلے میں تو رہتا ہوں ۔“

”کیا آپ وحید کے لڑکے ہیں ! وہ تقریباً چیخ پڑی ۔ اور رشید نے بتا دیا ۔

”جی ہاں ـــــ تعجب ہے کہ آپ مجھ سے واقف نہیں ہیں ۔ !“

عشرت ایک عجیب کیفیت میں سُن سے رہ گئی ـــــ اس کی آنکھیں پھر رشید کی طرف اُٹھ نہ سکیں ۔ لیکن چہرے سے نفرت اور کراہت آشکار ہونے لگی ۔ جس کو رشید نے محسوس کیا ، لیکن وہ وحید کا لڑکا تھا ۔ سخت بے حیا اور انتہائی خود غرض ۔ کئی منٹ تک ایک عالم میں کھڑا رہا ۔ پھر کہنے لگا ۔

”آپ باپ کی بد اخلاقی کا عوض بیٹے سے لینا چاہتی ہیں ۔“

عشرت میں بولنے کی طاقت نہ تھی ، تاہم وہ رشید پر ایک یاس انگیز اور تحیر کی نظر ڈالے بغیر نہ رہی اور اس کی زبان سے نکل گیا ۔

"میرے خیال میں یہ قانونِ قدرت ہے، کیونکہ ایسا نہ ہوتا تو مجھے عشرت محل سے نکالا نہ ملتا۔"

رشید کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ مگر عشرت کی طرف وہ عرصہ سے کھنچ رہا تھا اور خود بخود محسوس کر رہا تھا کہ عشرت محل کی مالکہ کا تقرب عشرت محل میں رہنے سے زیادہ باعزت ہے ——— ایک لحظہ تک وہ کوئی معقول بات سوچ نہ سکا۔ پھر سکینیت کے ساتھ بولا۔

"آپ اپنے فیصلے کی مجاز ہیں۔ لیکن آپ کی ناراضگی میرے لئے بہت ظلم ہو گی۔"

عشرت کچھ نرم پڑ گئی تھی۔ مگر اسی وقت اس کا رکشا تیز دوڑتا ہوا ایک طرف سے آ گیا اور وہ رشید کی بات کو تشنۂ جواب چھوڑ کر اس پر جا بیٹھی ——— رکشا کے حرکت میں آنے پر رشید نے اس کو سلام کیا اور عشرت کو اخلاقاً ہاتھ اٹھا دینا پڑا۔

عشرت کی نگاہ انصاف میں وہ وحید کے جرم کی سزا بھگتنے کا سزاوار نہ تھا۔ لیکن گھر پہنچ کر اس نے غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچی کہ سانپ کا بچہ سنپولیا ہوتا ہے۔ ٹھکرا دی اس کے خمیر میں ہے جو سعید سے وحید کی طرف منتقل ہوئی، تو کیا وحید سے اس کو نہ ملی ہو گی ——؟ اس نے آئندہ رشید سے بالکل دور رہنے کا عزم کر لیا۔ اور اس کے بعد وہ کالج میں سامنے پڑا تو عشرت نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

رشید کو اس کا بہت قلق تھا۔ عشرت اس کی نگاہ میں کھُپ گئی تھی جس کے سامنے کوئی دوسری لڑکی حسن و شباب کے زاویۂ نگاہ سے

ٹھہر نہ سکتی تھی ـــــ اور اس سے زائد کشش یہ تھی کہ باپ کو جو کچھ عشرت محل سے نہ مل سکا تھا۔ اس کو وہ عشرت کی ذات سے حاصل کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے آہوئے وحشی کو رام کرنے کا پکّا ارادہ کر لیا۔ اور بہر قیمت پر عشرت کو منا لینے کی جدّ و جہد میں لگ گیا۔

عشرت وحید کے بیٹے کی صورت دیکھنا نہ چاہتی تھی، لیکن رشید اس کی نظر میں بے قصور تھا۔ پھر بھی اس نے اس کو مخاطبت کا موقع نہ دیا۔ رشید موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک دن انٹرویل میں عشرت اس کو اکیلی مل گئی۔ رشید تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا قریب پہنچ گیا اور فدویانہ انداز میں کہنے لگا۔

"شاہزادی، مجرم کو اگر اس کے جرم کا علم نہ ہو تو اس کی اصلاح کیونکر ہو گی۔"

"میں تو نہیں کہتی کہ آپ مجرم ہیں۔" عشرت کو اخلاق کے ایک تقاضے پر کہنا پڑا۔ اور رشید نے برجستہ سوال کر دیا۔

"پھر مجھ پر عتاب کیوں ہے ـــــ؟"

عشرت اس استفسار کا جواب نہ دے سکی۔ کالج کی گھنٹی بج گئی اور اس نے کلاس روم کی طرف قدم اُٹھا دیئے۔

اس دن سے اس کے تنے ہوئے ابروؤں میں کچھ خم پیدا ہو گیا۔ اس کی نگاہ میں رشید کے لئے پہلے جیسی اپنائیت تو نہ ہو سکی تاہم وہ سمٹنے سکڑنے کا انداز باقی نہ رہا۔

وحید کے ہونے والے جانشین نے اتنے ہی کو غنیمت سمجھ لیا، اور آہستہ آہستہ قریب پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔

وہ کوئی بگڑے ہوئے چلن کا نوجوان نہ تھا۔ مگر نہایت کند ذہن اور حریص تھا ـــــ اور باپ کی طرح نسلی کمتری کے احساس کو برتری میں

بدل ڈالنا چاہتا تھا — یوں تو ہر خاندانی لڑکے کے سامنے اس کی نظر جھکتی تھی، لیکن عشرت کی بات ہی کچھ اور تھی، اور وہ بلاجھک پشت بہ اس کے دادا کی آقا زادی تھی۔ وقت کے انقلاب نے اس کو غریب کر دیا تھا پھر بھی رشید کہنے والے کی زبان پکڑ نہ سکتا کہ وہ عشرت کے ایک چاکر کمترین کا پوتا ہے — یہی وجہ تھی جو وحید نے اس کو ہدایت کی تھی کہ وہ عشرت سے تعلقات پیدا کر کے عشرت محل میں اس کی آمد و رفت جاری کرا دے تاکہ اس کو کہنے کا موقعہ ملے کہ عشرت جان کی اولاد نے بھی اس کے تموّل کے سامنے سر جھکا دیا — رشید باپ سے زیادہ نکتہ کو سمجھتا تھا۔ وہ عشرت محل کے ساتھ عشرت پر بھی قبضہ کر لینے کی گھات میں لگ گیا اور مستقل مزاجی سے اپنے نصب العین پر جما رہا۔

عشرت کلاس میں کسی لڑکے سے مخاطب نہ ہوتی تھی اور کلاس کے باہر ملنے ملانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا — مگر رشید کو حسن اتفاق نے پہلے ہی دن نفیس الحسن کی موجودگی میں اس سے دوچار کر دیا تھا۔ اس لئے عشرت کی جھجک اس سے جاتی رہی تھی — رشید نے جس سے فائدہ اٹھایا اور وہ آتے جاتے دور سے صاحب سلامت کرتا رہا۔

عشرت کی بدخیالی اس سے دور ہو گئی تھی، لہٰذا وہ جواب دیتی تھی — اس کا یہ اخلاق اس کے لئے پلّا بن گیا — اور رشید چند ماہ کے اندر پھر سابقہ جگہ پر آ گیا۔

عشرت ایک بے پردہ لڑکی تھی۔ تاہم اس کی شرقیت لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستی کی قائل نہ تھی۔ مگر رشید ایک طرح پر اس کے لئے غیر نہ تھا اس لئے اس نے کبھی دو چار باتیں کر لینے کو روا رکھ لیا اور رشید نے ایک دن موقع پا کر اس سے کہہ دیا —

"شہزادہ مانیں تو اگلے اتوار کو سہ پہر کی چائے آپ میرے ساتھ پی لیں۔"

"کہاں ۔۔۔۔ ؟" عشرت نے پوچھا ۔۔ اور رشید نے کسی قدر تامل کے ساتھ کہہ دیا۔

"اپنے ہی مکان پر ۔۔۔"

"وہاں اس کی گنجائش نہیں ہے ۔۔۔۔ ماموں جان کو پتہ بھی چل گیا کہ میں وحید کے لڑکے کے ساتھ پڑھتی ہوں تو وہ کالج ہی سے نام کٹوا لیں گے" عشرت نے اس کے گوش گزار کیا اور رشید ایک تبسم کو چھپاتے ہوئے بولا۔

"میری مراد عشرت محل سے ہے ۔۔۔"

"اس کو آپ میرا مکان کہہ کر ذلیل کیوں کرتے ہیں مجھے ؟" عشرت یکایک برہم ہو گئی اور رشید خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"شاہزادی آپ مجھے اس آنکھ سے کیوں نہیں دیکھتیں جس سے آپ کے دادا میرے دادا کو دیکھا کرتے تھے ۔۔۔؟"

"یہ میرا مذاق اڑانے کا دوسرا طریقہ ہے ۔۔۔ ایک فقیرنی کو شاہزادی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور جاہ دیدجاہ و سعید کے رشتہ کا حوالہ دے کر مجھے زمانے کے الٹ پھیر پر توجہ دلاتے ہیں" اس کی آواز میں ایک کپکپی اور لہجہ میں درد تھا۔ اور بات کا رخ تلخی کی طرف گھوم رہا تھا۔ جس کو چالاک وحید کے شاطر بیٹے نے محسوس کیا اور عشرت کو زیادہ متأثر ہونے کا موقع دیئے بغیر کہہ گزرا۔

حالات کچھ بھی رہے ہوں، کسی نے آپ کے ساتھ کوئی بھی بدسلوکی کی ہو۔ لیکن مجھے اس حقیقت کے تسلیم کر لینے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ وہ سب آپ ہی کے گھر کا طفیل ہے ۔۔۔"

عشرت ایک الھڑ دوشیزہ تھی، نواب جاوید جاہ کی پوتی اور عشرت جاہ کی بیٹی بھی ــــ اس کے نزدیک بیٹے کے اعتراف جرم نے باپ کے گناہوں کا کفارہ کر دیا۔ اور رشید کی وقعت اس کی نگاہ میں بڑھ گئی۔

اس کی پیشانی پر پڑی ہوئی شکنیں دھیرے دھیرے غائب ہونے لگیں اور موقع شناس رشید نے اس سے دریافت کر لیا۔

"کیا میں امید کروں کہ آپ میری درخواست کو مسترد نہ کریں گی؟"

میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہے، مگر ماموں جان اس کو گوارا نہ کریں گے۔ اس لئے میں معذرت چاہتی ہوں۔" اس نے عذر کیا اور رشید نے کہا۔

"میں ماموں جان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں ــــــ؟

ابھی یہ مناسب نہیں ہے، پہلے میں کسی دن آپ کو اپنے وہاں بلا لوں تب اس کی کوئی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔" اس نے سمجھانے کے طور پر کہا۔ اور رشید نے زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا۔

اس کو اپنے خواب کی تعبیر ملتی نظر آ رہی تھی اور وہ بہت خوش تھا ــــ لیکن اس کے کچھ ہی دنوں بعد امتحانات کا زمانہ آ گیا۔ اور ہر طالب علم کی مصروفیت بڑھ گئی۔

رشید کو پڑھنے لکھنے سے زیادہ دلچسپی نہ تھی، مگر عشرت کے پاس اوّل و آخر یہی ایک کام تھا۔ اس لئے رشید نے جب اپنے بلانے کا وعدہ یاد دلایا تو اس نے گرمیوں کی تعطیل پر ٹال دیا اور انتظار رشید کے لئے ناگزیر ہو گیا۔

عشرت و رشید کے مضامین قریب قریب ایک تھے اس لئے امتحانات

بھی ساتھ ساتھ ختم ہوئے ۔ آخری پرچہ کے دن رشید نے پھر عشرت کو یاد دہانی کرائی ۔ اور اس نے پھر اس کو ٹال دیا ۔

" میں آپ کو اطلاع کرا دوں گی "

رشید خاموش ہو گیا ۔ اور عشرت خوش و خرم گھر پہنچ گئی رشید کے الفاظ ایک تسلسل سے اس کے کانوں میں گونجتے رہتے اور وہ جانتی تھی کہ اس کی خاطر وحید کو معاف کر دے ، لیکن نفیس الحسن سے اس کا تذکرہ کرتے ڈرتی تھی ۔ اسی احتیاط کے تقاضے نے آجتک ماموں کو اطلاع نہ کرنے دی تھی ۔ کہ وہ وحید کا بیٹا ہی تھا جس نے پہلے دن داخلہ لینے میں اس کی مدد کی تھی ۔ عشرت جانتی تھی کہ ادھر وحید کا نام زبان پر آیا ۔ ادھر ماموں کو رشید سے نفرت ہو گئی ۔ لہٰذا وہ اپنے لبوں پر تالا ڈالے ہوئے تھی مگر اب خاموش رہتے ہوئے بھی بن نہ پڑ رہا تھا ۔

اس کا ذہنی خلفشار تین سال کی مدت میں بہت کچھ کم ہو گیا تھا ۔ عشرت جاہ کی یاد میں آنسو بہانا ۔ عشرت محل کے لئے تڑپنا اب برائے نام رہ گیا تھا ، لیکن اسد کے خیال میں مستغرق رہنا اب بھی اس کے معمولات میں داخل تھا ۔۔۔ بالخصوص جب بھی کالج کا کوئی لڑکا اس کو گھور کر دیکھتا تو اسد خود بخود حافظہ تصوّر میں آ جاتا ۔ جیا کی ایک لہر دل سے اٹھ کر رگ و پے میں دوڑ جاتی ، اور وہ سوچنے لگتی کہ اسد ہوتا تو اس سے کہہ کر اس بدنگاہ کی آنکھیں نکلوا لیتی ۔۔۔ مگر اسد کہاں ۔۔ ؟ عشرت کو معلوم بھی نہ تھا کہ اس کا زندگی بھر کا محافظ کس مقام پر اور کس عالم میں ہے ۔۔ ؟

اس روز وہ اسد کے لئے بہت بے قرار رہی تھی ، لیکن اپنے کو بہلا لینے

کے سوا چارہ نہ تھا۔ لہٰذا وہ بادیدۂ پُرآب چند آہیں بھر کر رہ جاتی اور روز مرّہ کے مشاغل میں لگ جاتی ——

رشید کے مسئلے میں جب اس کو بہت اُلجھن پیدا ہوئی تب بھی اس نے اسد کو بہت یاد کیا کہ وہ ہوتا تو اس کو راسے قائم کرنے میں اتنی دُشواری نہ پڑتی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر ایک رات نفیس الحسن سے کہہ ہی دیا کہ وحید کا لڑکا اس کی بہت خوشامد کرتا ہے اور باپ کے فعل پر نادم ہے۔

نفیس الحسن ایک لحظہ کے لئے بھی وحید کے گھر کے کسی ذرّے سے کوئی رابطہ پیدا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ سنتے ہی اکھڑ گئے۔ لیکن بھولی دوشیزہ پر رشید کا جادو چل چکا تھا۔ وہ اس کی عالی خیالی اور شرافت نفس کی تعریف کرتی رہی۔ نتیجہ میں نفیس الحسن کچھ نرم پڑ گئے۔

عشرت فوری طور پر توان کو ہموار نہ کر سکی مگر دو تین دفعہ گفتگو کرنے پر انھوں نے کالج میں اس سے ملنے جُلنے کی اجازت دیدی اور اس سے زائد کے لئے تاکید کر دی کہ آگے بڑھنے کی ہمّت نہ کرے ——

رشید اس کی طرف سے طلبی ہونے کا منتظر تھا۔ عشرت کا کوئی فرستادہ اس کے وہاں نہ پہنچا تو ایک دن وہ خود آگیا —— نفیس الحسن کو اس کا آنا ایک نظر نہ بھایا۔ لیکن گھر پر آئے ہوئے آدمی کو وہ دھتکار نہ سکے اور رشید نے چکنی چپڑی باتوں سے نفیس الحسن کے دل میں بھی جگہ کر لی پھر بھی وہ عشرت کے تعشّق کی طرف رُخ کرنے کے روادار نہ ہو سکے

اُسی زمانے میں رشید اپنے چچا کے پاس بمبئی چلا گیا۔ جہاں سے اس کی واپسی کالج کھُلنے کے بعد ہوئی اور اس نے پھر اپنے معمولات جاری کر دیئے

رشید و عشرت دونوں انٹرمیڈیٹ کے پہلے سال میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دوسرے سال بھی ان کا ساتھ ہوا اور رشید روز بروز تعلقات کو استوار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ ہر ہفتہ عشرہ بعد نفیس الحسن کے گھر آنے لگا اور عشرت کے گھر والوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

اس کی آنکھیں اب عشرت کو ایک پیغام دینے لگی تھیں جس پر عشرت چوکنا ہو جاتی تھی۔ مگر چونکہ اس کی طرف سے ایسی کسی بات کی توقع نہ تھی اس لئے اسکو اپنا واہمہ قرار دے لیتی تھی اور رشید کی ہمت اس کی خاموشی سے بڑھتی جا رہی تھی ۔۔۔۔

اسد بلاشبہ عشرت کا پرستار تھا عشرت جان کی مانوس بٹی کا ناک نقشہ، رفتار، گفتار اور طور طریقہ ہر بات اسکے احساسات اور تصورات پر چھائی ہوئی تھی اس نے آنکھ کھولکر جس لڑکی کو دیکھا تھا وہ عشرت محل کی خوش شمائل مالکہ ہی تھی اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ عشرت پر جب کبھی اسکی نگاہ پڑتی تو محبتیں دو دبی ہوئی۔۔۔ یہ محبت کسی زاویۂ نظر کی پابند نہ تھی مگر اس کی معصومیت کی قسم کھائی جا سکتی تھی اور بے وسوسہ کہا جا سکتا تھا کہ اس میں ایثار قربانی اور سرفروشی کا ہر وہ جذبہ موجود تھا جو محبت کو غیر فانی اور دوامی بناتا ہے۔

اسد کے گھر سے نکلنے میں بھی اسکے اسی جنون محبت کی کارفرمائی تھی ۔ وہ اپنے جیتے جی عشرت کا دل میلا ہونا گوارا نہ کرتا تھا لہٰذا کوہ بیستوں کاٹنے کے لئے چل پڑا تھا عشرت محل کی حسین مالکہ اب بھی اس کے خیال کو گذنیشت امید جذبۂ عمل کی روح تھی مگر حقیقت یہ ہے اس نے آجتک

جوانی کی نگاہ سے عشرت کو نہ دیکھا تھا ــــــ

اس کے اس نہ دیکھنے میں خود اس سے زائد عشرت کی کم سنی کا قصور تھا ــــ وہ چار باغ اسٹیشن پر اس کو رخصت کرتے وقت بھی اس منہ بند کلی کی تعریف میں تھی جو پنکھڑیاں کھولنے کے تصور سے بھی نا آشنا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ قدرت نے بے کھلے اس میں اتنی خوبصورتی پیدا کر دی تھی کہ شگفتگی اس پر نچھاور اور پھولوں کا نکھار اس پر صدقے ہو جائے ــ

اسد کے دیدۂ دل میں اس کا یہی حسن بسا ہوا تھا وہ جانتا ہی نہ تھا کہ عورت کی خوبصورتی کی ارتقائی منزل اس کے علاوہ بھی ہوتی ہے ــــ یہ ہاجرہ تھی جس کی قاتل نگاہی نے اس کو بتایا کہ جوانی بھی دیکھنے کی چیز ہے جس کی بہکی بہکی چال نے اس کو آگاہ کیا کہ قدموں کی دھمک سے دل کی دھڑکنیں بھی بڑھ جاتی ہیں اور جس کی ہیجان انگیز اداؤں نے اس کی رگوں میں وہ کیفیت پیدا کر دی کہ اسد ثبات عقل و ہوش میں بے اختیار ہو جانے کا خطرہ محسوس کرنے لگا ــ

اس کا دوسرا سوال ہاجرہ کا ممنون احسان تھا۔ اس نیک نفس دوشیزہ نے بڑے آڑے وقت پر اس کی دستگیری کی تھی اور اسد کی شرافت کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی جان بھی ہاجرہ کے کام آجاتی تو عذر نہ کرتا۔ لیکن ہاجرہ تو اس کو وہاں لئے جا رہی تھی جہاں سے وہ عشرت اور نہ کسی کی طرف پلٹ نہ سکتا ــ

موٹر میں ہاجرہ کے جسم کے لمس سے اس پر جو گزری اور جو ہونٹوں کی چشم خمار آلود نے جس انداز خود رفتگی کی تخلیق کی اس نے اسد کو دیوانہ کر دیا۔

اور ایک آواز اس کو سنائی دینے لگی ۔

"اب کے تو اس کی زد پہ آیا تو یہ تیرے پاس تیرا کچھ بھی رہنے نہ دیگی ۔"

"اسد کو اپنی آخری متاع بھی اس کی خوشی پر قربان کر دینے میں پس و پیش نہ ہوتا ۔ مگر وہ خود ہی اپنا نہ تھا تو اس کے پاس کوئی شے اپنی ہونے کا سوال ہی کیا تھا ۔

نواب عشرت جاہ نے اپنی بیٹی کے لئے دو چیزیں چھوڑی تھیں ایک عشرت محل دوسری اس کی ذات ۔ عشرت نے عشرت محل حاصل کرنے کے لئے اپنی دوسری ملک کو بھی بازی پر لگا دیا تھا ۔۔۔ اسد اس کو ہاجرہ کے رحم و کرم پر ڈال دیتا تو بد نصیب لڑکی بے دست و پا ہو جاتی اور اسد کی وفاداری پر وہ دھبہ لگتا جس کو وہ تازندگی دھو نہ سکتا ۔

جو سے واپس ہو کر وہ اپنی کوٹھری میں لیٹا تو پہلے کافی دیر تک سراپا شباب و شراب ہاجرہ کا تصور کرتا رہا اور اس کی ایک ایک ادا کا جائزہ لیتا رہا ۔۔ پھر ایکدم چونک پڑا اور اپنے کو ملامت کرنے لگا

"تجھ کو کیا ہو گیا ہے اسد، جو اس کی بابت اس طرح سوچ رہا ہے ۔ وہ عشرت سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے ۔۔؟"

ہاجرہ توازن و تناسب میں عشرت کے سامنے نہ ٹھہرتی ۔ مگر وہ ناتجربہ کار نوجوان پر جو نشہ طاری کر دیتی تھی وہ عشرت کی طرف سے کبھی میسر نہ آیا تھا ۔۔۔ اور یہ اسی نشہ کا اثر تھا جو اسد ہاجرہ کو مسلسل دیکھنا چاہتا تھا اور ذوق دید کی تشنگی سے جو اذیت ہو رہی تھی اس کے سبب محسوس کر رہا تھا ۔

"میری ایسی حالت رہی تو میں گھر چھوڑنے کے مقصد کو بھی بھول جاؤں گا ۔"

(مرد انجمن، ۱۰، ۱۹۹۰)

غرض شکستہ اس نوجوان کو خیریت اسی میں نظر آئی کہ وہ آئندہ کبھی ہاجرہ سے ملنے اور اس کی یاد میں اپنے آپ پریشان کرے۔ لیکن وہ ادھر گھوم کر بھی نہ دیکھے، اسد کے لئے اس ارادے پر عامل ہونا بہت صبر آزما تھا، وہ عشرت کو لکھنؤ میں رونما تڑپتا چھوڑ آیا تھا تو اپنے پر جبر کر لینا تو زیادہ دشوار نہ تھا ۔۔۔ رات اس نے ایک اندوہ و فکر میں اور سوچ بچار میں گزار دی اور صبح کو کسی دوسرے مقام پر رہنے کی جگہ تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

ایک ہاکر نے اس موقع پر بھی مدد کی، اس نے اپنی کوٹھری پگڑی لے کر ایک مزدور کو دے دی اور خود دوسرے مقام پر دوسری کوٹھری لے لی۔

اتنے میں بمبئی کا ایک ہاکر تھا جو ریشمی کپڑوں کے ٹکڑے فروخت کرتا تھا۔ اور اسی عرصے میں اس نے کاروبار کے طریقہ کو سمجھ لیا تھا۔ لہٰذا ان بڑے بڑے تاجروں کے یہاں سے مال لانے لگا جو براہ راست ممالک غیر سے کپڑا منگواتے تھے یا ملکی ملوں کے ایجنٹ تھے۔

اتنی بات کے بنیاد مل کر اس کے سامنے تھے جن کی تقویت پر وہ پوری پوری نگرانی بھی خریدنے لگا اور ملوں سے خارج کئے ہوئے سستے مال کی تلاش میں پھرنے لگا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے جن لوگوں پر بھروسہ کیا، انہوں نے اس کو دھوکہ نہ دیا۔ ایک ہاکر ایک دن کے پیسے لے کر بھاگ گیا جس کا اس نے غم نہ کیا۔ کیونکہ اب وہ ہزار ڈیڑھ ہزار کا مال اٹھاتا تھا اور پچاس ساٹھ روپے روز کا منافع کماتا تھا۔

ہاجرہ اب بھی اس کے حافظہ کی زینت تھی اور تصوریں اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔

"بیٹھے بیٹھے بولا اسد کہ میری خطاؤں کا یہی صلہ ہے جو تم نے مجھے دیا ہے؟"

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں، ہاجرہ — تم مجھے جن الفاظ میں چاہو یاد کر سکتی ہو — مگر میری مجبوری میں مجبور ہوں —!" وہ خیال ہی خیال میں اس سے معذرت کرنے لگتا — تاہم اس کا جی چاہتا تھا کہ ایک مرتبہ چھپ کر ہی اس کو دیکھ آتا، لیکن اس نے یہ غلطی نہیں کی۔ کیونکہ اس کو اپنی کیفیات قلب کا اندازہ تھا۔ جانتا تھا کہ ایک بار بھی وہ سامنے پڑ گئی تو بار دیگر کی تمنا دل میں انگڑائی لینے لگی اور دل بے صبر پھر اس کو دیکھنے کا مطالبہ کرے گا۔

اس کو بڑے ضبط اور تحمل سے کام لینا پڑا۔ مگر تجارتی مصروفیت نے اس کو زیادہ پریشان نہ ہونے دیا اور وہ ڈیڑھ دو سال کی مدت کاٹ لے گیا۔

اب وہ صرف ایک کاروباری تھا جس کا دس ہزار روپیہ بینک میں جمع تھا اور چار یا پانچ ہزار روپیہ کپڑے میں پھنسا ہوا تھا۔

اس نے کوٹھری کی سکونت ترک کر کے ایک کمرے کا فلیٹ لے لیا تھا اور یہی فلیٹ اس کا مرکز تجارت تھا۔

اس کا محور خیال اب بھی عشرت کے گرد گھومتا تھا۔ اور ہاجرہ کی جوانی قلب کی گہرائیوں میں سکراتی نظر آتی تھی — لیکن وہ ہر بات کو بھول کر ایک مقصد کو پورا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اور دن رات سوچا کرتا تھا۔

"میری واپسی میں ڈھائی سال رہ گئے ہیں مگر میں نے اب تک صرف ایک تہائی رقم جمع کی ہے —"

مستقبل شاندار اور آنے والے دن ہمت افزا تھے، پھر بھی اس کو جتنا روپیہ فراہم کرنا تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ اس لئے بسا اوقات اسے مایوس ہو جاتا۔ لیکن کچھ دیر بعد تازہ ولولوں سے اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور مقابلتاً زیادہ محنت کرنے کا ارادہ کر لیتا۔

بمبئی میں وہ ایک ناکر کی حیثیت سے روشناس ہوا تھا۔ مگر اب دس بارہ باکر خود اس کے کارندے تھے اور کپڑے کے بازار میں اس کی بات چلتی تھی لہٰذا اس نے مزید ایک سال گزار کر سوچا کہ کیوں نہ کسی اچھے پیمانے پر کام شروع کرے اور اپنی علیحدہ دوکان لے کر بیٹھ جائے۔

اسی دوکان کی تلاش میں وہ محمد علی روڈ کے بائیں فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ پاپیادہ چل رہا تھا کہ ایک کار سڑک پر گزری اور تھوڑے فاصلے سے جا کر رک گئی۔

"اسد خیال میں مستغرق چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہا تھا کہ ایک آواز نے اسے اپنی طرف مخاطب کر لیا۔

"آج میں نے اپنے چور کو پکڑ لیا ——"

اسد نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ہاجرہ کو سامنے موجود پایا اور وہ واقعی چور سا بن کر رہ گیا —— ہاجرہ کسی کلی کی طرح کھلی جا رہی تھی۔ وفور مسرت میں اس کی سانس تیز ہو گئی تھی۔ اور آواز نہ نکل رہی تھی۔ پھر بھی اس نے کہا۔

"آپ اکدم کہیں چلے گئے —— اطلاع بھی نہیں کی ——"

"میں اب بھی یہاں نہیں ہوں اور میرے واپس آنے میں ڈیڑھ سال باقی ہیں ——" اسد کی حالت غیر ہو رہی تھی تاہم اس نے جواب دیا اور ہاجرہ اس کے مقابل پہنچ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔

"اسد میں اس فریب میں نہیں آسکتی ——"

اس کا ہاتھ شیک ہینڈ کے لئے اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ اور ہاجرہ ایک جذباتی انداز میں اس کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بڑے بے مروت ہیں آپ ——"

"اسد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور ماجدہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے موٹر کی طرف بڑھنے لگی۔ اسد موٹر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور ماجدہ نے اس کی توجہ دلائی۔

"آئیے کہیں اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں۔"

مجھے اس وقت بہت ضروری کام ہے۔ اسد نے عذر کیا اور ماجدہ نے رگ دل کو چھوتی ہوئی ایک نگاہ سے اس کو دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔

"دیکھیے مسٹر اسد، میں ان باتوں میں نہ آؤں گی۔ اچھا آپ مجھے اپنی قیام گاہ پر لے چلیے۔"

اس نے پہلی مرتبہ یہ غلطی کی تھی کہ اسد سے اس کے مکان کا پتہ نہ پوچھا تھا جس کے نتیجہ میں اتنے دن بھٹکتی رہی تھی، لہٰذا اب کے اس نے پہلا کام یہی کیا کہ اسد کی جائے قیام پر جانے کو تیار ہو گئی۔ تاکہ اس کے بعد وہ غائب ہو جائے تو ماجدہ کو تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ اسد اس کو اپنے منصوبے عمل میں ایک بہت بڑی رکاوٹ قرار دیتا تھا۔ اس نے ایک بار پھر دامن چھڑانے کی کوشش کی اور کہا

"میں ایک صاحب کو وقت دے چکا ہوں۔ وہ میرے منتظر ہوں گے"

چلیے میں ان سے مل لوں گی۔ وہاں سے آپ کے مکان پر چلی چلوں گی۔

ماجدہ نے اتمام حجت کی اور اسد لاجواب ہو گیا۔

"ماجدہ اس کو خاموش پاکر مسکرانے لگی۔ اس کی نسائی حمیت ایسی ایسی توہین برداشت نہ کر سکتی تھی مگر اسد سے اس کو کچھ ایسا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی خاطر وہ ہر قربانی دے سکتی تھی۔ وہ ایک لمحے کے تامل سے کہنے لگی۔

"آپ مجھ سے بھاگنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں آخر؟"

وہ پوچھنا چاہتی تھی۔

"کیا میں بہت بدشکل ہوں ———————— ؟"

مگر پوچھ نہ سکی اور کہنے لگی ——

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
(غالب)
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

بات یہ ہے کہ میں ایک نصب العین کو لیکر گھر سے لے کر نکلا ہوں جس کے تحت مجھ کو مزید ڈیڑھ دو سال کے اندر ایک بڑی رقم فراہم کر دینا ہے اس لئے میں کسی سے ملنے ملانے کے لئے وقت نکال نہیں پاتا" اسد نے آخر کار سچی بات کہہ دی اور ہاجرہ نے برجستہ جواب دیدیا۔

"اس میں تو میں آپ کی معاون ہو سکتی ہوں"

"پھر مزا تو بات ہی کیا تھی ———— آپ تو میرا سکون نہ و بالا کر دیتی ہیں" بے خیالانہ طور پر یہ الفاظ اسد کے منہ سے نکل گیا اور ہاجرہ کے رخسار اس کے الفاظ پر شہابی ہو گئے۔ آنکھوں سے دوشیزگی کی حیا چھلکنے لگی۔ اس کو اتنی خوشی ہوئی کہ سانس کو قابو رکھنا دشوار ہو گیا اور وہ اس سے نظریں بچاتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جان بوجھ کر مجھ سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا"

"میں سخت احسان فراموش ہوں، اخلاق کا مجرم ہوں، لیکن بعض مجبوریوں کے سبب قابل معافی بھی ہوں ——— بشرطیکہ آپ معاف کر دیں" اسد کا لہجہ جذباتی تھا جس سے ہاجرہ کی مسرت میں اضافہ ہو گیا کہ وہ شوخی سے بولی ——

"معاف اس شرط پر کر سکتی ہوں کہ آئندہ یہ غلطی نہ ہو ـــــــ"

"غور طلب تو یہی مسئلہ ہے ـــ اسد نے کہا اور ہاجرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آئیے گاڑی پر بیٹھئے یہ باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی"

اس نے کار کا دروازہ کھول دیا اور اسد کو بیٹھنا پڑا ـــ موٹر اسٹارٹ ہونے پر ہاجرہ نے دریافت کیا کہ کدھر چلنا ہے جس کے جواب میں اسد نے اپنے فلیٹ کا پتا دیا۔ اور ڈرائیور نے ہاجرہ کی ہدایت کے مطابق گاڑی اس عمارت کے سامنے لے جا کر کھڑی کر دی جس کے دوسرے طبقے پر اسد رہتا تھا۔

اسد نے اپنا حسب نسب اور صحیح سکونت کا حال ہاجرہ کو نہ بتایا تھا۔ لیکن اس کو پہلے دن سے یقین تھا کہ وہ کسی شریف گھر سے تعلق رکھتا ہے اور بمبئی آنے کی غرض معلوم ہو جانے کے بعد اس کے قیاس کی تصدیق ہو گئی تھی ـــ خود اسد نے ہاجرہ کے متعلق کوئی سوال نہ کیا تھا اور نہ اس وقت دریافت کیا، کیونکہ وہ اس کو اپنی محسنہ سے زائد کچھ سمجھنا نہ چاہتا۔ اور اس کے لئے کسی ایسی معلومات کی ضرورت نہ تھی ـــ اور نہ اتفاق ہی ایسا پیش آیا کہ وہ اس سے یا کسی سے پوچھ سکتا۔ کیونکہ زیادہ دن اس علاقے سے متعلق ہی نہ رہا تھا۔ جس میں ہاجرہ کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا۔

ہاجرہ اس کو پاکر پھولی نہ سما رہی تھی ـ وہ راستہ بھر اس کا سر کھاتی رہی تھی ـــ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پھر کہا۔

"تو وعدہ کرتے ہیں آپ کہ اب اچانک غائب نہ ہوں گے۔

"بشرطیکہ آپ میرے راستہ کا روڑا نہ بنیں ـــ اسد نے مسکرا کر

اس پر پابندی لگائی اور ہاجرہ معاملہ فہمی کے طور پر بولی ۔

"مجھے بس ایک گھنٹہ دیدیا کریں ۔۔۔"

"منظور ہے ، آٹھ سے نو بجے تک کا وقت آپ کا رہا ۔ اسد نے تعین وقت کر دیا ۔ اور ہاجرہ نے کسی دشواری کے پیش نظر کہا ۔

"رات کا وقت ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔ میں اس وقت کو بچا سکتا ہوں ؟" اسد نے مجبوری ظاہر کی ۔

اور وہ راضی ہو گئی ۔

"منظور ہے ۔۔۔"

پھر اسی سلسلے میں وہ شرارت آمیز لہجہ میں کہنے لگی ۔

"اس وقت کی قیمت مجھے کیا ادا کرنا پڑے گی ۔۔۔ ؟"

"بس اسی قدر کہ پابندی سے چلی جایا کیجئے گا ۔ اور جملہ مکمل کر کے ہنس پڑا ۔ اور ہاجرہ نے بھی اس کا ساتھ دیا ۔

ہاجرہ اس سے اس کے کاروبار کے متعلق پوچھنے لگی اسد نے سب کچھ بے کم و کاست سب کچھ بیان کر دیا اور ہاجرہ نے تجویز کر دیا کہ وہ اس کو اپنے باپ سے ملائے گی جن سے بہت کار آمد تجارتی مشورہ مل سکے گا ۔ اسد راضی ہو گیا اور ہاجرہ دو گھنٹے برباد کر کے چلی گئی ۔

دوسرے دن وہ مقررہ وقت پر آ کر پہنچی تو اس نے کہا کہ اس کے باپ نے ملنے کے لئے صبح کا وقت دیا ہے ، لہٰذا وہ چائے اُس کے ہاں پیئے ۔۔۔ اسد چائے وغیرہ سے بچنا چاہتا تھا ۔ مگر اس کو ہونا پڑا اور ہاجرہ تعین وقت کے ساتھ گھڑی دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی ۔ اس پر اسد مسکرا دیا ۔ اور کہنے لگا ۔

"بی۔اے کی طالبہ کو اتنا پابند وقت تو ہونا ہی چاہیئے ———"

" ہاجرہ بھی مسکرانے لگی —— اسد نے اس کو کار تک پہنچایا اور وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر آہستہ سے دبا کر چلی گئی۔

" ہاجرہ بھرپور جوانی کے دور سے گزر رہی تھی۔ بمبئی میں اس کی جادو نگاہی کی دھوم تھی۔ جس طرف نکل جاتی ایک قیامت برپا کر دیتی۔ مگر اس مغرور حسن کے لیئے کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گراں تھا۔ اسد بیچارا جانے کیا بات تھی جو وہ اس کو اس قدر پسند آگیا تھا کہ اس کے سامنے شراب کی تمکنت اور جمال کا غرور مجسم تمنا ہو کر رہ گیا تھا اور وہ اس کے لیئے اسی تعریف میں لگی تھی جس میں دوسرے لگے رہتے تھے۔

" اسد اس کے منشاء کو سمجھتا تھا اور اس کے نزدیک وہ چاہے جانے کے بجائے پوجے جانے کے لائق تھی۔ وہ ہاجرہ کی موجودگی میں مدہوش ہو کر رہ جاتا تھا۔ یہ بھی اس کا ارادہ اس کے لیئے ہی تھا کہ محسنہ کے علاوہ سمجھے گا —— وہ ان حقائق کو اس کے سامنے رکھ دینا چاہتا تھا۔ لیکن ہاجرہ اس کو موقعہ ہی نہ دیتی اور جتنی دیر بیٹھی رہتی اسی کوشش میں لگی رہتی کہ اس کی جوانی کا رد عمل پہچانے جائے۔

اس دن بھی یہی ہوا۔ اس کے چلنے کے بعد دیر تک خیالات میں کھویا رہا۔ اور اس نے طے کر لیا کہ اگلے دن ہاجرہ کو سمجھا دے گا اور بتلائے گا کہ وہ اس کے لائق نہیں ہے۔

صبح کو ہاجرہ کی کار اس کو لینے کے لیئے آگئی اور اس کی ملاقات اپنی محسنہ کے باپ سے ہو گئی۔

حامد الحسن کے نام سے وہ واقف تھا اور اس کا خیال وہ سفید کے

بھائی حمید کی طرف گیا تھا جس کی بابت اس نے سنا تھا کہ بمبئی میں کوئی تجارت کرتا ہے لیکن حمید اس کے علم میں جاہل تھا اور حامد الحسن کے کاروبار کی شان مغربی رنگ کی تھی۔ لہٰذا وہ حمید کو اس سے نسبت نہ دے سکا اور اسوقت ہاجرہ کے باپ کی حیثیت سے اس سے جا کر ملا تب بھی اس کو کوئی گمان نہ ہوا۔ وہ ادھیڑ عمر کے ایک سوٹڈ بوٹڈ تاجر سے دیر تک ہمکلام رہا۔ اور اس کے اخلاق اور تجربات سے متاثر ہوا ــــ حامد الحسن نے اس کو کام کرنے کے کئی نئے راستے دکھائے اور سردست دوکان کا ارادہ کرنے کی مخالفت کی، کیونکہ اسد کی مایۂ بساط کل بیس ہزار تھی جو دوکان کی پگڑی کے لئے بھی کافی نہ تھی ــــ اس کے بجائے حامد الحسن نے رائے دی کہ فاضل روپیہ وہ اس کو دیدے جو کسی مال کی خریداری میں لگا لیا جائے گا۔

اسد اپنی محسنہ کے پدر محترم کے لئے عقیدت کی ایک دنیا لے کر واپس ہوا اور چند روز کے وقفے سے اس کے ان تاثرات میں بہت اضافہ ہو گیا جب حامد الحسن نے اس کے پندرہ ہزار ایک منفعت بخش خریداری میں شامل کر لئے، ایک ماہ کے اندر ایک ہزار کے نفع سے واپس کر دیئے اور ایک ہفتہ بعد پھر ایک نئے سودے کے لئے لے لئے ــــ

ہاجرہ کا اس سے ملنا جلنا کچھ بڑھ گیا تھا اور اسد مقابلتاً زیادہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔ کیونکہ بیٹی ہی کا احسان اس کا سر جھکا دینے کو نا کافی تھا ؟ کہ باپ نے اتنی غیر معمولی عنایت کر دی ــــ اسد ہر روز ہاجرہ سے صاف صاف کہنے کا ارادہ کرتا لیکن جب وہ سامنے آتی تو اس کو نہ جانے کیا ہو جاتا۔ زبان یاوری نہ کرتی اور ہمت سے کام لیتا تو یہ احساس دامنگیر ہو جاتا ــــ

"وہ تیری محسنہ ہے۔ تیرے محسن کی نورِ نظر ہے، اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اور تو اس کی آنکھوں کو بھیگتا نہ دیکھ سکے گا ۔۔۔"

گرمیوں کی تعطیل ختم ہونے کے قریب تھی کہ ایک دن ہاجرہ وقت معینہ پر آئی تو ایک نوجوان بھی اس کے ساتھ موٹر سے اترا اور اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔

اسد اطمینان سے بیٹھا ملازموں کا حساب دیکھ رہا تھا کہ ہاجرہ کی آواز اجازت طلبی کے لئے کان میں پڑی اور اس نے اجازت دے کر نظر اوپر اٹھائی تو دیکھتا رہ گیا ۔۔۔ رشید کا بیٹا وحید اس کو سلام کر کے مسکرا رہا تھا اور ہاجرہ اسد سے کہہ رہی تھی۔

"آپ سے ملئے آپ ہیں میرے چچیرے بھائی مسٹر رشید۔ کل ہی لکھنؤ سے آئے ہیں ۔۔۔"

اسد، رشید کو پہچانتا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی منغض ہو گیا اور ہاجرہ نے جب اس سے اپنے رشتہ کا اظہار کیا تو اس کو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا۔ ہاجرہ اس کے چہرے کے تغیر پر کچھ گھبرا سی گئی اور پوچھنے لگی۔

"خیریت تو ہے مسٹر اسد، کیسا مزاج ہے آپ کا ۔۔؟"

اسد کو ایک میزبان کا فرض ادا کرنا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور چاہتا تھا کہ ہاجرہ کے واسطے سے رشید کی طرف ہاتھ بڑھا دے لیکن معاً ماضی کے پردے متحرک ہونے لگے، جن سے نواب عشرت جاہ کی تصویر برآمد ہوئی اور ان کی آواز اسد کے کان میں پڑی۔

"یہ وحید کی اولاد ہے تم اس سے ربط و ضبط پیدا کرو گے، بیٹے اسد!"

چچا کی روح کے بےچین ہونے کے احساس نے اسد کا ہاتھ روک دیا۔ اور

اور اس کی زبان سے نکل گیا۔

"کاش یہ میرے علم میں نہ آتا ہاجرہ کہ تم نمکحرام سعید کی پوتی ہو۔"

ہاجرہ اپنے دادا کے متعلق ایسے الفاظ برداشت نہ کر سکی اس کا چہرہ غصہ سے گلنار ہو گیا۔ اور رشید چیخ پڑا۔

"چپ بدتمیز ———"

اسد کی شرافت اس انداز تخاطب کی تاب نہ لاسکی وہ فرط غیض و غضب میں دیوانہ ہو گیا ——— قریب تھا کہ بھوکے شریف اور پیٹ بھرے رذیل میں ہاتھا پائی کی نوبت آجائے کہ دفعتاً اسد کو خیال آ گیا۔

"یہ تیرے گھر آیا ہوا مہمان ہے اور تیری محسنہ ہاجرہ کا بھائی بھی ہے"

اسد ایک عزم کر کے رہ گیا۔ اور رشید ہاجرہ سے کہنے لگا۔

"چلو ہاجرہ، تم اسی زبان دراز سے ملانے لائی تھیں مجھے!"

ہاجرہ کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ واقعہ کیا ہے ——— اسد سے اس کے دادا کا کیا تعلق ہے اور اس نے اس کو کیوں برا کہا جس پر رشید سے اس قدر تلخی کی نوبت آگئی ——— ؟ مگر بات اتنی بڑھ چکی تھی جو فوراً ختم نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے ہاجرہ رشید کے کہنے پر چلنے کے لئے اٹھ گئی اسد نے اس کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ ہاجرہ جب دروازے کے قریب پہنچ گئی تو وہ کہنے لگا۔

"مجھے امید ہے کہ حمید کی بیٹی سے یہ میری آخری ملاقات ہو گی۔ البتہ حامد الحسن کی ہاجرہ کو کبھی میری خدمات کی ضرورت پیش آئی تو میں احسان کا بدلہ احسان سے دینے میں کوتاہی نہ کروں گا ———"

ہاجرہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور اسد اس کے جانے کے بعد

اس طرح تھک کر بیٹھ گیا۔ گویا عشرت جاہ کا بھتیجا سعید کی اولاد سے شکست کھا گیا ہو ــــ اور اس کا یہ غیر شعوری احساس غلط نہ تھا اس نے اپنے چچا کی طرح سعید کے چھوٹے بیٹے سے زک اٹھائی تھی اور ایک ذرا سی غلطی پر ساڑھے تین سال کی محنت خاک میں مل گئی تھی۔

اسد کو ذرا بھی خیال ہوتا کہ اس کی ساری کمائی حمید کے قبضہ میں ہے تو وہ ہاجرہ کے نسلی انکشاف پر غصہ کو پی جاتا اور اس کو جو کچھ فیصلہ کرنا تھا وہ بعد میں کرتا، لیکن ایک فوری اشتعال نے سوچنے سمجھنے نہ دیا۔ اور وہ حالات کو بگاڑ بیٹھا۔

رشید اسد کی گمشدگی سے واقف تھا مگر اس کو یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کہاں گیا؟ ہاجرہ نے جب اس سے اپنے دوست کا تذکرہ کیا تو اس نے یہ رائے قائم کی کہ ایک نام کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔ اسد کو شناخت کر لینے پر بھی وہ اپنی طرف سے وہ کوئی قضیہ پیدا نہ کرتا اور اسد نے تنہائی میں اس کے دادا کو سخت و سست کہا ہوتا تب بھی وہ برداشت کر جاتا۔ لیکن ہاجرہ ساتھ تھی وہ جا کر حمید سے کہتی اور اس کو چچا سے شرمسار ہونا پڑتا۔ لہٰذا وہ اسد سے متصادم ہو گیا اور ہاجرہ سے کھینچ کر رخیز نوائی کرنے لگا۔

ہاجرہ کو راستہ ہی میں اپنے اور اس کے خاندان کے متعلق سب کچھ معلوم ہو گیا تھا اور وہ ایک تصویر رنج و فکر ہو کر رہ گئی تھی ــــ حمید و رشید کی بات چیت کے دوران بھی وہ کچھ نہ بولی۔ لیکن جب حمید نے یہ کہا کہ ــ

اس شریف زادے کی بد زبانی کی قیمت سولہ ہزار قرار پائے گی "

تو اس سے رہا نہ گیا اور وہ باپ سے کہے بغیر نہ رہی ۔

"یہ اس کے ساتھ بہت ظلم ہوگا ۔۔۔ ایسا نہ کیجئے گا بابا!"

حمید نے اس کو کوئی جواب نہ دیا ۔ صرف مسکرا کر رہ گیا ۔ جس کا مطلب یہ تھا ۔

"تم ابھی بچی ہو ۔ ان باتوں کو کیا جانو ۔۔۔"

اور حقیقتاً اس کو کیا معلوم تھا کہ اس کے باپ کی دولت یونہی بڑھی ہے ۔ اس نے جب اسد سے روپیہ لیا تھا تب ہی سے اس کی یہ نیت تھی جس کا اظہار اس نے ایک حیلہ بہانہ سے کر دیا ۔

ماحول اس وقت کا [illegible] تھا ۔ لہٰذا ہاجرہ نے سکوت اختیار کر لیا ۔ اور مزید کہنے سننے کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھا ۔ لیکن اس کو سخت مایوسی ہوئی جب حمید نے اسد کے روپئے کے ذکر پر اس کو ڈانٹ دیا کہ آئندہ اس نے اسد کا نام لیا یا اس سے ملی تو اس کی سزا بھگتے گی ۔

رشید کو بھی اس بدمزگی کا افسوس تھا ۔ روپیہ کی ضبطی میں تو وہ چچا سے متفق تھا لیکن ہاجرہ و اسد کی کشیدگی کو اپنے مفاد کے خلاف سمجھتا تھا ۔ کیونکہ اپنے اور ہاجرہ کے متعلق حمید و حمیدہ کے ارادے اس سے چھپے نہ تھے ۔ اور بمبئی کے قیام میں وہ مسلسل اسی پر غور و خوض کرتا رہا اور آخر اس نے ایک پلان بنا لیا

ہاجرہ پر تو اس نے اپنے خیالات کا اظہار نہ کیا ۔ مگر ایک دن اس سے کہنے لگا ۔۔۔

"آؤ چلیں اسد سے صفائی کر لیں ۔۔۔"

مغموم و ملول ہاجرہ متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی ۔ اور رشید نے کہہ دیا ۔

"چچا کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے ورنہ وہ ناراض ہوں گے ۔"

ہاجرہ کو رشید کی طرف سے کوئی بدخیالی نہ تھی وہ جی اُٹھنے کے انداز پر تیار ہو گئی اور دونوں اسد کے فلیٹ پر پہنچ گئے۔

اسد کو ہاجرہ کے چھوٹ جانے کا بہت صدمہ تھا۔ اور اس کی تندرستی چند ہی روز میں متأثر ہو گئی تھی۔ تاہم اس نے سعید کی نسل سے کوئی تعلق نہ رکھنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ رشید کو دیکھتے ہی وہ منغص ہو گیا۔ لیکن رشید وہ چرب زبان تھا جس نے عشرت کو شیشے میں اُتار لیا تھا۔ اسد کا غصہ اس کی لسانی کے سامنے باقی نہ رہ سکا اور اس کو تسلیم کرنا پڑا کہ سعید و وحید نے کچھ ہی کیوں نہ کیا ہو مگر ان کی اولاد سے تو عشرت جاہ کی نسل کا کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔

اس ربط ملاپ کی یادگار کے طور پر رشید نے فوٹو کھنچوانے پروگرام بنایا اور اسد کو اس کے لئے بھی تیار ہونا پڑا۔

ایک گروپ میں تینوں کی تصویریں لی گئیں اور دو میں رشید و اسد اور اسد و ہاجرہ کی ۔۔۔ آخری تصویر کا ایک خاص پوز تھا۔ اسد کا ہاتھ ہاجرہ کے شانے پر رکھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں کائنات کی مسرتیں رقصاں تھیں۔

اسد کے نزدیک یہ ملاپ جذبات و مصلحت دونوں کا تابع تھا۔ لیکن یہ محض اس کی خام خیالی تھی ۔۔۔ جذبات کے سلسلے میں وہ جو کچھ بھی سوچ لیتا غلط نہ تھا۔ مگر جہاں تک حامد الحسن کو دیئے ہوئے روپے کا تعلق تھا اس کے لئے سعید کا بے ایمان بیٹا اول دن ہی ایک فیصلہ کر چکا تھا جس میں ترمیم نہ ہو سکتی تھی ۔۔۔

رشید سے اس کی ملاقات اس کے بعد صرف دو مرتبہ ہوئی وہ لکھنؤ چلا گیا — اسد نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اس کے بمبئی ہونے کا ذکر کسی سے نہ کرے گا۔ رشید نے لکھنؤ پہنچ کر جس کا لحاظ رکھا۔ لیکن تصویروں کو اس نے نہیں چھپایا۔ بلکہ اپنا اور عشرت کا فوٹو ایک ساتھ کھنچوا کر ہاجرہ کو بھجوا دیا۔ جو ہاجرہ کے لئے مستقبل کے فیصلے کی طرف اشارہ تھا —"

عشرت اور رشید کے تعلقات صرف رشید کی منکسر مزاجی کے رہین منت تھے۔ مگر ان تعلقات نے آہستہ آہستہ اپنایت کی شکل اختیار کر لی تھی اور انٹرمیڈیٹ کے دوسرے سال تو ان کی نوعیت دیکھنے والوں کے لئے معنیٰ خیز بن گئی تھی۔ انھوں نے ایک ساتھ تصویریں کھنچوائیں اور کئی بار کالج کی تقریبات میں ساتھ ساتھ شرکت کی۔ عشرت اب بارہ سال کی وہ لڑکی نہ رہی تھی جس نے اسد کو چار باغ اسٹیشن پر الوداع کہا تھا۔ بلکہ وہ اس کے بجائے ایک مجسمۂ حسن و شباب بن گئی تھی جو ہر دیدہ ور کی قوت نگاہ کو سلب کر لیتی۔ اس کا اٹھان قیامت خیز تھا اور وہ اچانک بچپن سے جوانی کے دائرے میں داخل ہو گئی تھی —!

رشید کی رائے تو اس کے لئے جو کچھ تھی وہ تھی ہی لیکن دوسروں کا کہنا تھا کہ اس نے پیکر انسانی میں حوروں کا جمال پایا ہے، اور یہ حقیقت تھی کہ وہ صناع قدرت کا بہترین شاہکار تھی — ایسا شاہکار جس کی نظیریں کم دیکھنے میں آتی ہیں —

رشید اس کی نگاہ میں ایک مخلص دوست اور بے لوث رفیق تھا۔ مگر خود اس کی حیثیت رشید کی نظر میں کچھ اور تھی۔ ایک دن کالج ہی میں کا انکشاف ہو گیا۔ وہ کچھ عجیب انداز میں اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ کہ عشرت چونک پڑی اور تہدید آمیز لہجہ میں کہنے لگی۔

"میرا اندازہ صحیح ہے تو آپ ایک غلط راستہ پر جا رہے ہیں مسٹر رشید ——"

رشید شرمندہ سا ہو گیا اور معذرت کرنے لگا۔

"معاف کیجئے گا بے اختیاری میں ایسا ہو گیا"

عشرت بات کو ختم کر کے خاموش ہو گئی ——— اور رشید چند روز محتاط رہا۔ پھر وہ اپنی روش پہ آ گیا۔ اور دوسرے موقع پر عشرت کو تلخ لہجہ میں ٹوکنا پڑا۔

"میں آخری بار متنبہ کرتی ہوں کہ آپ نے اپنی اصلاح نہ کی تو مجھے ترک تعلقات پر مجبور ہونا پڑے گا ———"

"کیا کروں مس عشرت، بعض وقت مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا۔" رشید آبدیدہ ہو گیا۔ اور عشرت انسانی نقطۂ نگاہ سے متأثر ہو کر سمجھانے لگی۔

"انسان کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ جو خواہش اس کے دل میں پیدا ہو رہی ہے وہ پوری ہونے والی بھی ہے ———!"

"صرف اسی لئے نا کہ میرے دادا آپ کے دادا کے ملازم تھے!" اس نے عشرت کے دل کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ اور عشرت بھی صاف گوئی پر اتر آئی ———

اس لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ میرے محافظ کا تعین ہو چکا ہے جس کے پلٹ کر آنے میں زیادہ دن نہیں ہیں "

"تمہاری مراد شاید اسد سے ہے؟" رشید نے دریافت کیا اور عشرت نے اثباتی جواب دیدیا۔ اس کے نام پر عشرت کے سینے سے ایک طوفان اُٹھنے لگا تھا۔ جس کو چھپانے کے لئے وہ وہاں سے ٹل گئی۔ اور رشید کسی خیال پر دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

چند روز کے بعد پھر ایسا ہی اتفاق پیش آیا۔ اور عشرت نے شائستگی کے ساتھ اس کو ٹوکا۔

"آپ کس قدر نا سمجھ ہیں کہ خود اپنی تکلیف کے اسباب فراہم کر رہے ہیں"

"میں مجبور ہوں مس عشرت " اس نے شکست خوردگی کے انداز سے کہہ دیا۔ پھر اسی سلسلے میں اضافہ کیا۔ اور میرے خیال میں آپ کا کوئی ہرج نہیں ہے!

"آپ مجھے اس قدر بے حیا سمجھتے ہیں کہ میں ایک ذات کے علاوہ کسی کو اس طرح دیکھنے کی اجازت دے سکتی ہوں" عشرت بگڑ گئی۔ اور رشید سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"اچھا یہ بتائیے کہ آپ اسد کی پابند نہ ہوتیں تو میرے متعلق کیا فیصلہ کرتیں ——؟

فیصلہ کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ لیکن آپ کے مسئلہ میں غور ضرور کرتی۔ اس نے ایک روانی میں جواب دیا۔ پھر ایک دم بپھر سی گئی اور کہنے لگی آپ مجھ سے ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ میں ان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

اور اس نے غلط نہیں کہا تھا کنوار پنے کی لاج اس کو پسینے پسینے

کیئے دے رہی تھی ـــــ جس کی تاب نہ لا کر وہ وہاں سے چلی گئی اور رشید شرارت آمیز نگاہ سے اس کو دیکھتا رہا۔

انٹرمیڈیٹ کے امتحانات شروع ہونے میں بہت کم وقت باقی تھا۔ اور رشید کی کوشش یہ تھی کہ اس درجہ کو ایک ہی سال میں پاس کرے اس لئے وہ بھی کورس کی تیاری میں لگ گیا۔ مگر امتحانات ختم ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد وہ عشرت جاہ کی بدنصیب بیٹی کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو گیا اور ایک دن نفیس الحسن کے مکان پر پہنچ گیا

عشرت باہری نشست گاہ میں آ کر بیٹھ گئی اور اس کے نتیجہ کے متعلق معلوم کرنے لگی۔ نفیس الحسن موجود نہ تھے جس سے رشید نے فائدہ اٹھایا عشرت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اور عشرت کا چہرہ اس کے انداز دید پر غصہ سے تمتما اٹھا۔ اس میں ابھی مشرقی نسائیت کی خو بو باقی تھی اور وہ اپنے رخساروں پر ہوسناک نگاہوں کا بوجھ نہ اٹھا سکتی تھی۔ لہٰذا تلملا گئی اور رشید اس کے بگڑنے سے قبل منصوبے کے مطابق لجاجت کرنے لگا۔

" معاف کیجئے گا مس عشرت پھر مجھ سے غلطی ہو گئی ـــــ "

نیک نفس دوشیزہ کے چہرے کی سرخی اس کی ندامت پر غائب ہو گئی۔ اور وہ زیر لب تبسم کے ساتھ کہنے لگی۔

" آپ اس کا لحاظ کیوں نہیں رکھتے آخر ـــــ؟ "

" سچی بات کہہ دوں تو گستاخی ہو گی " اس نے نظریں ملائے بغیر کہا ـــ پھر اس میں اضافہ کر دیا " آپ کی صورت لحاظ رکھنے دے تو رکھوں ـ ! "

عورت کتنی ہی بلند خیال اور نیک طینت ہو لیکن اپنے حسن کی تعریف کی بھوکی ہوتی ہے ــــــــ چنانچہ ارشید کے اس تبصرے پر عشرت کی آنکھوں میں بھی نسائیت کی شرم پیدا ہو گئی۔ چہرے پر ایک رنگ دوڑ گیا اور رشید نے کہہ دیا۔

"کس قدر بدنصیب ہے اسد جس نے اس چاند سی شکل کو ٹھکرا دیا"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" عشرت اس طرح چونک پڑی جیسے کسی بچھو نے اس کو ڈنک مار دیا ہو ــــ رشید کے لئے اس کا استفسار غیر متوقع تھا۔

اس نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔

"میری مراد رشیدہ ہاجرہ کی شادی سے ہے ــــــــ"

"عشرت کو اپنے کانوں میں سلاخیں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں اور دماغ پر جیسے ہتھوڑوں پر ہتھوڑے پڑ رہے تھے۔ پھر بھی اس نے دریافت کیا۔

"کون ہاجرہ ــــ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا ــــ؟"

"میری چچیری بہن ہے۔ بمبئی میں رہتی ہے مجھ سے منسوب تھی لیکن اس نے اسد سے شادی کر لی" رشید نے آواز میں صداقت کا انداز پیدا کر کے کہا۔ اور دامن صبر عشرت کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ــ وہ رشید کے سامنے رونا نہ چاہتی تھی مگر اس کو رونا پڑا۔ پھر یکایک اس نے آنسو پونچھ ڈالے اور خود فریب میں مبتلا ہونے کے لئے پوچھنے لگی۔

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ آپ کی معلومات صحیح ہیں ــ؟"

رشید نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

اور عشرت اس پر نظر پڑتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

یہ تصویر وہی تھی جو اسد و ہاجرہ نے کھنچوائی تھی۔ رشید جس کی ایک کاپی عشرت کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے لایا تھا اور جس میں قدرے ترمیم کے ساتھ اس نے ایک نگیٹو بنوا لیا تھا۔ اس نگیٹو سے جو کاپی اتروائی تھی وہ کاپی اس نے عشرت کو دکھلائی تھی۔

عشرت کی ہچکیاں روتے روتے بندھ گئی تھیں۔ رشید نے چاہا کہ بڑھ کر اس کے آنسو اپنے رومال میں لے لے لیکن اس نے احتیاط برتی اور عشرت زار و قطار روتی رہی۔

کافی دیر گزر جانے پر رشید نے اس کو سمجھایا۔ اور عشرت نے خود بھی سنبھلنے کی کوشش کی —— اس کے سینے میں کوہ آتش فشاں پھوٹ پڑا تھا جس کی آگ نے سارے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ تاہم وہ بھی ایک پیکر استقلال تھی —— زندگی کی سب سے بڑی مصیبت جھیلنے پر آمادہ ہوگئی اور رشید سے تفصیلات پوچھنے لگی۔

"کیا اسد آپ کو پچھلے سال بمبئی ملا تھا؟"

"ہاجرہ نے ذکر کیا تھا —— میں سمجھا کہ ہوگا کوئی اسد —— تصدیق اب ہوئی جب ہاجرہ نے تصویر بھیجی" رشید نے بیان کیا اور ہاجرہ نے دریافت کیا۔

"ہاجرہ آپ کی منگیتر تھی تو آپ کے چچا نے اس کو اسد کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت کیوں دی؟"

"آجکل کے لڑکے اور لڑکیاں بزرگوں کی سنتی کب ہیں" رشید نے جواب دیا اور اسی سلسلے میں کہا۔ "اور اب شاید اسد لکھنؤ آئے بھی نہ

"اسکو پروگرام کے مطابق دو ڈھائی ماہ بعد آجانا چاہئیے تھا لیکن اب تو جڑ ہی کٹ گئی نخل آرزو کی — عشرت بات پوری کر کے پھر رو پڑی تھی۔ اور رشید اس کو سمجھانے لگا۔

"کیوں ایک بیوفا کے لئے اپنے کو ہلکان کرتی ہیں"

عشرت پر اس کے سمجھانے کا اثر تو کیا ہوتا۔ مگر وہ خود رونا نہ چاہتی تھی، اس لئے آنکھیں پونچھنے لگی۔ اس عرصہ میں نفیس الحسن بھی باہر سے آگئے اور رشید کو دیکھ کر سیدھے ڈرائنگ روم میں چلے آئے۔ عشرت نے تصویر ان کی طرف بڑھا دی۔ اور رشید نے شادی کی روح فرسا خبر سنانے کا فرض انجام دے دیا۔

نفیس الحسن پر بھی ایک برق سی گر پڑی، لیکن انھوں نے عشرت کے خیال سے آنکھوں کو بھیگنے نہ دیا — پھر بھی عشرت کی تڑپ ان کو دیکھ کر ایک ارتقائی درجہ پر پہنچ گئی اور وہ ان سے لپٹ کر بے طرح رونے لگی۔

نفیس الحسن زندگی کی تلخیوں کے عادی تھے مگر اسد نے ان کو دنیا کی بے اعتباری کا جو تجربہ کرایا تھا وہ ان کیلئے کوہ مصیبت پھٹ جانے سے کم ثابت نہ ہوا۔ ان کو اسد کی ذات سے عشرت کی سی توقعات تو نہ تھیں تاہم انھوں نے سوا چار سال کا زمانہ مہینے گن گن کر کاٹا تھا، ان کو امید تھی کہ اسد اتنی بڑی رقم کا بندوبست نہ کر سکا تب بھی وہ آئے گا اور نفیس الحسن کو عشرت کی ذمہ داری سے نجات مل جائے گی۔

یہ امید اب ختم ہو گئی تھی اور نفیس الحسن عشرت کی بدنصیبی پر بچوں کی طرح رونے لگے تھے۔

رشید اپنا کام کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ تصویر اس نے نفیس الحسن کے

باندھ سے لی اور اگلے دن آنے کے لئے رخصت ہو گیا۔

اس خبر سے ماموں کھا بجی پر جو اثر پڑنا تھا وہ تو پڑا ہی، ان کے آنسو گھنٹوں تک نہ تھمے لیکن سننے والے بھی کچھ کم متأثر نہ ہوئے عشرت کے خاندان والے اور نفیس الحسن کے عزیز و اقارب سب ہی نے اسد کی روش پر لعنتیں کیں لیکن اس سے عشرت کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس کے مقدر میں تو یہ غم لکھا تھا جو سامنے آیا تھا اور اس کو اسے بہر صورت جھیلنا تھا۔

عشرت باپ اور چچا کی میتوں پر روئی تھی چھوٹے سے سن میں بالکل بے سہارا رہ گئی تھی پھر بھی وہ ہراساں نہ ہوئی تھی۔ مایوسی جس وقت حد سے زائد بڑھ جاتی اس وقت وہ اسد کی طرف دیکھ لیتی تھی اور اس کو اطمینان ہو جاتا کہ ایک سینہ سپر ہونے والا موجود ہے۔ اب وہ بڑی ہو گئی تھی اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل تھی، پھر بھی اسد نے اس سے منہ کیا پھیرا تھا گویا خدا ہی ناراض ہو گیا تھا اور کائنات میں اس کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا۔

وہ اپنی بے بسی اور بے چارگی پر راتوں میں اٹھ اٹھ کر روتی اور اسد کو مخاطب کر کے اس کے منہ سے نکل جاتا۔

"مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ کہیں عشرت محل واپس لینے کی کوشش میں تمکو بھی گنوا نہ بیٹھوں ـــــ وہی ہوا کہ تم پرائے ہو گئے۔ اسد، تم کو اپنے فعل کا اختیار تھا۔ لیکن یہ تو سوچا ہوتا کہ یہ میری پہاڑ سی زندگی کیسے کٹے گی!"

عشرت کو زیادہ پچھتاوا اس کا تھا کہ اس نے ایک عزیز شے کی خاطر

دوسری عزیز ترین چیز کو کھو دیا تھا ـــ اور یہ عزیز ترین چیز اس کو بھول نہ سکتی تھی۔

عشرت محل کا خیال اسد کی واپسی کی امید تک زندہ تھا اور اب اس میں کوئی جان نہ رہی تھی۔ جس کا عشرت کو غم تھا لیکن اسد کے سامنے وہ ناقابل ذکر قرار پاتا بلکہ اس کے پاس کوئی عشرت محل اور ہوتا تو اس کو بھی اسد پر قربان کر دیتی ـــ اور عشرت محل ہی کو کیوں مختص کیا جائے اسد کے لئے خود عشرت اپنی جان کی بازی لگانے پر بھی تیار ہو سکتی تھی مگر افسوس تو اس کا تھا کہ کسی کوشش کا کارگر ہونا ممکن نہ تھا۔ اسد ہا ئیرنہ کا بن چکا تھا اور تصویر میں وہ دونوں کو ہم آغوش دیکھ چکی تھی۔

سفاک وبدباطن رشید نے اس زمانے میں اپنی آمد و رفت بڑھالی تھی لیکن عشرت کو تمام دنیا سے نفرت ہو چکی تھی اور اس سے بھی بہت کم ملتی جلتی۔ کسی کسی دن کچھ وقت دیتی، رشید اسی کو غنیمت سمجھ لیتا اور دوسرے تیسرے دن حاضری دیتا رہتا تھا ـــ اس دن تو وہ بہت دیر بیٹھا جس دن انٹرمیڈیٹ کا نتیجہ شائع ہوا۔ عشرت فرسٹ ڈویژن اور وہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہو گیا۔

رشید کے لئے یہ کامیابی غیر معمولی مسرت کا موجب تھی۔ اس کو وہ کچھ کم نہ سمجھتا کہ اس نے ایک سال میں ایک درجہ پاس کر لیا تھا بعینہ اس کا خیال تھا کہ عشرت خود اس سے زائد خوش ہو گی لیکن اس کے تحیر کی کوئی حد نہ رہی جب عشرت اخبار میں اپنا نام دیکھتے ہی بلک کر رو پڑی اور آنسو بہاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہو گئی۔

رشید اس کے واپس ہونے کی امید میں دیر تک بیٹھا رہا۔ لیکن عشرت

کو رونے ہی سے فرصت نہ مل سکی جو اس کو یاد کرتی ـــــ وہ تو اس احساس میں بے کل ہوئی جا رہی تھی کہ حالات نہ بدل جاتے تو آج اسد کو اس کی کامیابی پر کتنی مسرت ہوتی!

اسد اور ہاجرہ کے درمیان پیدا ہونے والی خلیج بادی النظر میں پٹ گئی تھی۔ اسد کے فلیٹ پر ہاجرہ کی آمد و رفت پھر جاری ہو گئی تھی۔ لیکن دراصل سعید سے ہاجرہ کے رشتہ نے اس کو اسد سے جس قدر دور کر دیا تھا۔ وہ دوری اپنی جگہ پر تھی، اس سے ہٹ کر اس سے اسد کے دو رابطے قائم تھے، ایک یہ کہ اس نے اس پر احسان کیا تھا اور اس کے نزدیک ذاتی کردار کے لحاظ سے وہ بہت بلند تھی۔ دوسرا یہ کہ وہ اسکو دیکھنے میں بہت اچھی لگتی تھی اور اسد اس کی قربت میں انتہائی مسرت محسوس کرتا تھا۔

ہاجرہ اس کے تاثرات سے بے خبر ایک علیحدہ راستے پر جا رہی تھی۔ اسد کے لئے اس کے دل نے ایک فیصلہ کر لیا تھا جس کو بدلنے پر وہ تیار نہ تھی مگر سر دست اس کے سامنے اسد کی وہ ڈوبی ہوئی رقم تھی جو اس کے باپ نے ضبط کر لی تھی اور جس کے واپس دلانے میں اس کا کوئی زور چل نہ سکتا تھا۔ لہٰذا وہ کچھ پریشان پریشان سی تھی اور اسد کے پاس آ کر بھی زیادہ بے تکلفی کا مظاہرہ نہ کرتی تھی

اس کو اسد کے متعلق تمام حالات معلوم ہو چکے تھے اور رشید نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ کس مقصد کے لئے بمبئی آیا ہے، روپے کی جو قیمت اسد کے نزدیک تھی وہ بھی ہاجرہ سے چھپی نہ تھی اور اس کی سمجھ میں نہ

آتا تھا کہ کس طرح بدنیت باپ سے اس کی امانت واپس دلائے۔
اسد، حمید کے خیالات سے انجان تھا۔ وہ منتظر تھا کہ ہاجرہ خود کسی دن حمید کا دبا ہوا چیک اس کو لا کر دے دے گی، لیکن کئی مہینے گزر گئے اور ہاجرہ نے کوئی بات نہ کی تو ایک دن اس نے دریافت کیا۔"
تمہارے والد صاحب نے میرے روپے سے جو کپڑا خریدا تھا اس کا کیا ہوا ــــ ؟"
ہاجرہ کے لئے اب صاف صاف کہہ دینے کے سوا چارہ نہ رہا تھا اس نے سارا واقعہ من وعن کہہ سنایا اور آخر میں کہا
"آپ اپنے روپے کی طرف سے مطمئن رہیں وہ میں آپ کو کہیں نہ کہیں سے لا کر دوں گی ــــ"
اسد کے پیروں کے نیچے کی زمین نکل گئی، دماغ چکرانے لگا اور تمام دُنیا گھومتی معلوم ہونے لگی ــــ عام حالات میں وہ اس نقصان کا اتنا غم نہ کرتا لیکن ساڑھے چار سال پورے ہوتے میں صرف چند ماہ باقی تھے۔۔۔ وہ یوں ہی کافی ہراساں تھا کہ چلتے ہوئے کام کو سمیٹے گا تب بھی کُل سرمایہ تیس ہزار سے کم رہے گا۔ جب کہ وجیہہ کا بار پچاس ہزار سے زائد کا تھا۔ تاہم اس نے سوچ لیا تھا کہ خود عشرت محل پر کسی سے قرضہ لینے کی کوشش کرے گا جس کو آگے چل کر ادا کر دے گا۔ مگر اتنی بڑی رقم کے خطرے میں پڑ جانے کے بعد اس کے پاس جو کچھ رہا جاتا تھا وہ نوعیت معاملہ کے لحاظ سے ناقابل ذکر تھا۔
اسد بڑی ہمت کا نوجوان تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر اسقدر مایوسی جھلکنے لگی کہ ہاجرہ بے چین ہو گئی اور کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

آپ بلا وجہ پریشان نہ ہوں ـ میں روپیہ کی ذمہ دار ہوں ـ آپ کی ضرورت سے قبل ہی پہنچا دوں گی آپ کو ــــــ

اسد کو ہاجرہ پر پورا اعتماد تھا ـ وہ قدرے مطمئن ہو گیا اور ہاجرہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئی ـ

چند روز کے وقفہ سے ایک دن ہاجرہ آکر پہنچی تو وہ بہت خوش تھی ـ اسد سمجھا کہ اس نے اپنے باپ سے روپیہ حاصل کر لیا ـ وہ اس سلسلے میں اس کا شکریہ ادا ہی کرنے والا تھا کہ ہاجرہ بول اٹھی ـ

" میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتی ہوں کہ میری جان رشید سے چھوٹ گئی ـ "

" اسد اس کے مافی الضمیر کو سمجھ نہ سکا اور استفہامیہ انداز میں اسکی طرف دیکھنے لگا جس پر ہاجرہ نے کہا ـ

" میرے دادا آپ کے دادا کے خادم تھے اس مناسبت سے مجھے آپ کی کنیز ہونا چاہیئے تھا جس کا موقع اب پیدا ہو گیا ہے ـ "

" مگر میرے لئے تو اس کا کوئی موقعہ نہیں ہے ــــ اسد نے آخر ایک نہ کہنے والی بات کہہ ہی دی اور ہاجرہ پر اچانک بجلی سی گر پڑی ـ وہ نسائیت کی شرم اور کنوارپنے کی لاج کو بالائے طاق رکھ کر نہ جانے کس طرح دل کی بات زبان پر لے آئی تھی اور اپنی بے حیائی پر گڑی جا رہی تھی ـ کہ اسد نے اس کو ٹھکرا دیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـ محبت کے اتھاہ سمندر پر نفرت کے بادل اپنا سایہ ڈال رہے تھے جن کو ہاجرہ گوارا نہ کر سکی پھر بھی تلملاہٹ میں اس کی زبان سے نکل گیا ـ

" اسی لئے نا کہ آپ مجھ کو نسلی طور پر پست سمجھتے ہیں ــــ "

"نہیں، یہ بات نہیں ہے ہاجرہ، بلکہ میں ہمیشہ سے عشرت کا ہوں اور کسی دوسرے سے ایسا کوئی پیمان نہیں کر سکتا۔" اسد نے ہاجرہ کی دل شکنی کا لحاظ کئے بغیر مجبوری کا اظہار کر دیا اور ہاجرہ تقریباً چیخ سی پڑی۔

"وہی عشرت، جو آپ کی چچیری بہن ہے اور جس کا رشتہ رشید سے طے ہو گیا ہے۔"

اسد کا توازن دماغ یکایک جواب دینے لگا اور اس کی آواز بلند ہو گئی۔

"یہ غلط ہے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

ہاجرہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بٹوے سے ایک فوٹو نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا اور فوٹو کو دیکھتے ہی اسد کے چہرے کا رنگ پراگندہ ہونے لگا۔

ہاجرہ کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں، اس نے دیر تک فوٹو کو دیکھتے رہنے کے بعد ہاجرہ کی طرف دیکھا اور دریافت کیا۔

"یہ فوٹو آپ کو رشید نے دیا ہو گا۔؟"

ہاجرہ نے اثباتی جواب دیدیا اور وہ کمرے میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پھر اکدم ہاجرہ سے مخاطب ہو گیا۔

"معاف کیجئے گا مس ہاجرہ میں ذرا تنہائی چاہتا ہوں، آپ سے جو باتیں ہونا ہیں کل ہو جائیں گی۔"

ہاجرہ جانا نہ چاہتی تھی مگر اس نے محسوس کیا کہ اس وقت اسد سے واقعی کوئی گفتگو نہ ہو سکے گی۔ اس لئے وہ اٹھ کھڑی ہو گئی اور رسمی طور پر سلام کر کے کمرے سے نکل گئی۔

"اسد کسی دیوانے کی طرح ٹہلتا رہا۔ ٹہلتے ٹہلتے اس کی نظر زمین پر پڑے ہوئے ایک لفافہ پر پڑی جو ہاجرہ کے بٹوے سے گر گیا تھا۔ رشید عشرت کا فوٹو اس لفافے میں رکھا تھا۔ جب کو ہاجرہ نے فوٹو نکال کر پھر بٹوے میں رکھ لیا تھا مگر وہ بٹوے میں جانے کے بجائے زمین پر آ رہا تھا اور ہاجرہ کو خبر نہ ہو سکی تھی۔

"اسد بلا ارادہ اس لفافے کو اٹھا کر دیکھنے لگا، پھر بے خیالی میں اس نے اندر رکھا ہوا خط نکال لیا اور اس کو پڑھنے لگا۔ یہ ہاجرہ کے نام رشید کا خط تھا جو اس نے فوٹو کے ساتھ لکھا تھا۔ ابتدا میں رسمی او لگھر یلو باتیں تحریر تھیں اس کے بعد مرقوم تھا۔

"میں نے بمبئی کے قیام میں محسوس کیا تھا کہ تم اسد کی طرف مائل ہو اور مجھ کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتی ہو لہٰذا لکھنؤ واپس آ کر میں نے ایک دوسری جلوہ گاہ کو تلاش کر لیا۔ جو نواب عشرت جاہ کی پارۂ جگر خدیجہ عشرت کی ہے عشرت اسد کی منگیتر تھی مگر اس نے اپنے کو عشرت محل کی بازی پر لگا دیا تھا۔ اسد نے عشرت محل کو واپس دلا کر اس کی مالکہ کو جیت لینے کا بیڑا اٹھایا تھا اور اسی مقصد کے لئے بمبئی پہنچا تھا ـــ لیکن تم تو حالات سے واقف ہو ہاجرہ۔ پچاس ہزار روپے کی فراہمی اسد کے لئے کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ جب کہ میعادیں بہت تھوڑے دن باقی ہیں اور اس کی چار سال کی کمائی حمید چچا نے بھی دبا لی ہے۔

میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں کہ تم نے اسد کو "قالو میں رکھنے کے لئے" اس کی پونجی باپ کے حوالے کرادی — اب تمہارا بس اتنا ہی کام رہ گیا ہے کہ وہ روپیہ واپس نہ ہونے دو۔

عشرت کو عشرت محل بہت عزیز ہے میں نے اس کو عشرت محل کا نذرانہ دینے کی پیش کش کردی ہے جو اس کے ماموں نفیس الحسن نے منظور کرلی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب میں تم کو یہ خوشخبری سنا سکوں گا کہ میری ازدواجی زندگی کا آغاز ہوگیا۔

تمہارے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ جلد سے جلد اسد کو اپنا بنا لو۔ کام کا نوجوان معلوم ہوتا ہے وہ — اس خط کو ابھی صیغۂ راز میں رکھنا اور اسد کو اس کی خبر نہ ہونے دینا — یوں تمہاری جو بھی مصلحت ہو۔

عشرت کی تصویر تمہارے دیکھنے کے لئے بھیجتا ہوں اور اپنے انتخاب کی داد چاہتا ہوں۔

تمہارا —

رشید

اسد کا تحمل رشید و عشرت کی مشترکہ تصویر دیکھ کر ہی جواب دے گیا تھا۔ خط کی عبارت نے رہی سہی تاب ضبط بھی چھین لی اور وہ اسی وقت لکھنؤ جانے کو تیار ہو گیا۔ لیکن فوراً یہ سوال سامنے آگیا۔ "وہاں جا کر کیا کرے گا اسد — بے نیل و مرام پہنچنے سے تیری

نگاہ کس سے چار ہو سکے گی ـــــــــــــ

انجانے ہی پر اس میں ایک جنونی کیفیت پیدا ہو گئی اور ہاجرہ کا تصور ختم کر کے وہ دانت پیسنے لگا۔

"غلط نہیں لکھا رشید نے ۔۔ اس خوبصورت ناگن نے مجھ کو قابو میں رکھنے ہی کی خاطر میرا روپیہ پھنسا دیا۔"

ہاجرہ سامنے ہوتی تو وہ اس پر برس پڑتا۔ دیوانگی میں یہ بھی نہ سوچتا کہ پھولوں کو مسل ڈالنا انسانیت کے خلاف ہے ـــــــ

قسمت بن کر بگڑ چکی تھی ۔ مقدر نے سازگار ہو کر ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ حسد کا ہر ولولہ اور ہر امنگ سرد پڑ گئی تھی ، تاہم وہ ایک تسلسل سے سوچتا رہا اور غور و فکر کرتے کرتے اس نے دامن شب کو گریبان سحر سے ملا دیا۔

صبح ہوتے ہی ہاکروں نے آنا شروع کر دیا اور اس کی توجہ کاروبار کی طرف مبذول ہو گئی۔ جس کو اس نے معمول کے مطابق انجام دیا۔ اور دوپہر کو تھوڑی دیر کے لئے سکون سے بیٹھا ہوا تو پھر ان تدابیر پر غور کرنے لگا جن سے بگڑے ہوئے حالات کو سدھارا جا سکتا۔

وہ ایک راستباز نوجوان تھا۔ مکر و فریب سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تاہم اس دن اس نے خود بھی وحید و حمید کا ساتھ جاننے کی کوشش کی لیکن کوئی صورت سمجھ میں نہ آئی اور وہ پھر اخباری مشاغل میں لگ گیا۔

ہاجرہ شام کو معمول کے مطابق آئی تو اس نے کوئی بداخلاقی نہ کی۔ حالانکہ اب اس کا دل ہاجرہ کی طرف سے بھی ٹوٹ چکا تھا اور اس نے

یہ رائے قائم کرلی تھی کہ خود غرض لڑکی نے محبت سے مجبور ہوکر اس کے ساتھ فریب کیا۔ اسد کو انسانی زاویۂ نظر سے اس کے ساتھ ہمدردی تھی لیکن ہاجرہ نے اس کی زندگی سے کھیلنے کی سعی کی تھی، اس لئے اس کی طبیعت مکدر تھی جس کو ہاجرہ نے محسوس کرلیا۔ اور اپنی صفائی دینے لگی۔

"رشید کا خط یہاں گر گیا تھا۔ آپ اس سے غلط فہمی میں پڑ گئے ہوں گے۔"

"غلط فہمی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، آپ کو اس الزام سے انکار ہے تو اس کا عملی ثبوت دیدیجئے۔ اسد نے ایک ٹھیٹ کاروباری لہجے میں کہہ دیا، اور ہاجرہ کہنے لگی۔

"میں ثبوت دے دوں تب تو آپ کے دل میں کوئی بات نہ رہے گی؟"

"کسی بات کے باقی رہنے کی گنجائش ہی ختم ہوجائے گی۔ اسد معاملہ فہمی کے انداز میں بولا اور ہاجرہ چوٹ کھائے ہوئے دل کی ترجمانی کرنے لگی۔

اسد کا دل و دماغ الجھنوں میں لگا تھا۔ رشید کے خط کے الفاظ اس کے حافظے میں گونجتے رہتے کہ نصیب الحسن عشرت کی ذات سے عشرت کی کا سودا کرنے پر تیار ہوگئے ہیں —— ہاجرہ سے اس کو جو شکایت ہو سکتی وہ اس خود غرضی کے سامنے کوئی اہمیت نہ رکھتی اور اسد ہاجرہ کی بات توجہ سے سننے پر تیار ہوجاتا۔

بمبئی کے قیام کا ایک ایک لمحہ اس پر بار تھا۔ پھر بھی ایک اطمینان یہ تھا کہ جو کچھ ہونا ہے وہ میعاد معینہ تک انتظار کرنے کے بعد ہی

ہوگا۔ اس کے علاوہ کام ختم کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار تھا۔ اس لئے وہ پامردی اور سنجیدگی کے ساتھ زمانے کے مخالف دھارے کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہاجرہ کے نغمات محبت بھی سُن رہا تھا۔ جو بے وقت کی شہنائی کی تعریف میں تھے مگر جن کا سننا مصلحتوں کے تقاضے کے بموجب ناگزیر تھا۔

ہاجرہ کافی وقت برباد کر کے رخصت ہوئی تو وہ پھر سوچنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اور اس دن اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ہاجرہ و حمید کے خلاف وہی حربہ استعمال کرے گا جو ہاجرہ کے دادا سعید نے نواب عشرت جاہ پر استعمال کیا تھا۔

اس کے بعد اس کا رویہ ہاجرہ کے ساتھ مصالحانہ ہو گیا اور اس نے صاف لفظوں میں حمید کی بیٹی سے کہہ دیا۔

"عشرت نے اگر اس کو ٹھکرا کر رشید سے شادی کر لی تو وہ ہاجرہ کو حاصل کر کے بہت خوش ہوگا ــــــــ"

اور اسما نے بالکل صحیح کہا تھا۔ عشرت کی تصویر اس کے لوح دل پر پہلے سے نقش نہ ہوتی تو وہ ہاجرہ کا سودائی بن چکا ہوتا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی تھا کہ ایسے پریشان کن حالات میں بھی حمید کی بیٹی کو دیکھ کر وہ ایک سکون محسوس کرتا تھا۔

ہاجرہ قطعی ناامیدی میں اس کے مشروط جواب پر خوشی سے باؤلی ہو گئی۔ اس کا بس نہ تھا کہ بانہیں اسعد کے گلے میں ڈال دیتی اور کچھ کہہ گزرتی۔"

"تم کتنے بے رحم ہو اسعد۔ تم کو ان آنکھوں میں کچھ دکھائی نہیں دیتا؟"

۲۱-۲-۱۹۷۰

مگر اسد کی سنجیدگی اور خود اس کی کنوار پتے کی شرم نے کوئی جذباتی مظاہرہ کرنے نہ دیا۔ اور اس نے گھر پہنچ کر اسی دن باپ کے گوش گذار کر دیا کہ وہ اسد سے تا زندگی نباہ کا وعدہ لے آئی ہے ــــــــ

حمید ایک خاص دل و دماغ کا آدمی تھا اور اپنے بھائی وحید کی سی ذہنیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنی اصل چھپانے ہی کی خاطر اپنا نام حمید کے بجائے حامد الحسن رکھ لیا تھا تو نسلی شرافت پر اسد کے رشتہ کی مہر تصدیق ثبت کرانے سے کیوں چوکتا جو وہ بسر و چشم تیار ہو گیا اور اس نے بیٹی کو اسد کے لے آنے کی اجازت دیدی۔

رشید سے اس کی نسبت ایک غور طلب بات ضرور تھی، لیکن زمانہ نے اس کو روشن خیال بنا دیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وحید شکایت کریگا تو وہ کہہ دے گا کہ لڑکی سے مجبور ہو گیا۔

اسد کا منشاء ایک دم انتہا پر پہنچ جانے کا نہ تھا، مگر ہاجرہ نے جب اس سے چلنے کو کہا تو وہ کچھ سوچ کر تیار ہو گیا، اور اس کو سخت حیرت ہوئی جب اس نے حمید کو اپنے لئے بالکل بدلا ہوا پایا۔

وہ اپنا کاروبار آہستہ آہستہ ختم کر رہا تھا جس کی تائید حمید نے بھی کر دی اور اس کو اپنی ایک دوکان کا انتظام ہاتھ میں لینے کی دعوت دیدی۔ اسد جیسے چاہتا ہی تھا، وہ بلا حیل و حجت اور بغیر کوئی شرط طے کئے ہوئے تیار ہو گیا۔ اور چند روز بعد بھنڈی بازار کی اس دوکان پر کاؤنٹر پر نظر آنے لگا جس میں پہلے پہل ہاجرہ سے دوچار ہوا تھا اور جس کے کپڑے سے اس نے تجارتی زندگی کا آغاز کیا تھا۔

حمید اس سے خوش خیال تھا۔ اور اب تو ہاجرہ کے واسطہ سے

وہ بالکل اپنا ہونے والا تھا۔ لہٰذا حمید اس سے کوئی مغائرت نہ برتتا تھا تاہم اس نے اس کا روپیہ اب تک واپس نہ کیا تھا کہ مبادا نیت بدل نہ جائے۔ یا وہ اس کو عشرت ہی کے حوالے کر دے تو وحید کو سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ حالانکہ اسد کی روش اس کی اس احتیاط کو فضول قرار دیتی تھی۔ اس نے کسی دن بھول کر بھی اپنے روپے کا ذکر نہ کیا تھا اور روز کی آمدنی پوری دیانت کے ساتھ بینک میں بھجوا کر کاغذات اس کے حوالے کر دیتا تھا۔

اسد کی اس اصول پسندی اور ہاجرہ کی سروقت کی قصیدہ خوانی نے جلد ہی ان شکوک کو بھی رفع کر دیا ــ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حمید کو عشرت محل کے قبضے کے پانچ سال پورے ہونے کی تاریخ کا کوئی علم نہ تھا۔ وہ اس کو گزرا ہوا سمجھ چکا تھا اور ہاجرہ کے نام رشید کے خط نے بھی عشرت کی طرف سے ایک طرح کا اطمینان دلا دیا تھا اس لئے اس نے بے کھٹکے ہو کر اسد کو اپنے وہاں منتقل ہو جانے کی پیش کش کر دی اور عشرت جاہ کے بھتیجے نے بھی اس کو بلا تامل منظور کر لیا۔ کیونکہ ہاجرہ کا گھر اس کا اپنا گھر تھا اور وہ وہاں کی ہر شے کو اپنی ہی شے سمجھتا تھا۔

ہاجرہ کی اس زمانے کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی، وہ ہمہ وقت بنی سنوری رہتی۔ دن بھر میں کئی کئی لباس تبدیل کرتی اور اس کا حسن روز بروز نکھرتا جاتا۔ جوانی اپنی معراج پر مسکرا رہی تھی ــ اور اتنی جان لیوا بن گئی تھی کہ بعض وقت اسد حقیقتاً مسحور ہو کر رہ جاتا اور اس کے سوا ہر بات کو بھول جاتا۔

———

بدباطن اور چالاک رشید کا منصوبہ پورا ہو رہا تھا اس نے اسد و ہاجرہ کی شادی کی بے سر پیر کی بات مشہور کر کے دلوں میں ایک آگ لگا دی تھی۔ مقصد اس کا صرف اتنا تھا کہ عشرت و نفیس الحسن اسد کی طرف سے بد دل ہو جائیں۔

عام حالات میں وہ ہاجرہ کو اسد کی جانب ملتفت دیکھ کر آگ بگولا ہو جاتا لیکن عشرت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسد سے اس کا رشتہ منقطع کرا دیا جاتا۔ لہٰذا اس نے ایک طرف اپنی چچیری بہن کے ساتھ اسد کی شادی کا شگوفہ چھوڑا۔ دوسری طرف ہاجرہ کو ترغیب دی کہ اسد اسی کا ہے اور اس کے لئے موزوں بھی ہے۔

ہاجرہ کو اس نے لکھا تھا کہ خط اسد کو نہ دکھائے مگر منشا اس کا یہی تھا کہ اسد اس کو دیکھ لے اور بات کی رازداری پر اس کے صحیح ہونے کا یقین کرلے — وہی ہوا کہ اسد کو حقیقت میں کوئی شک و شبہ نہ رہ گیا۔ اور بنائی ہوئی تصویر نے عشرت کے لیے خود فریبی کی گنجائش باقی نہ رکھی عشرت کا دل جینے سے سیر ہو چکا تھا۔ اس کو اب نہ عشرت محل کی پرواہ تھی اور نہ باپ دادا کا نام زندہ رکھنے کی فکر وہ ایک تصویر اندوہ و غم اور ایک مختصر انقلاب بن کر رہ گئی تھی، چاہتی تھی کہ موت آجاتی اور وہ اس ناقابل برداشت زندگی سے چھٹکارہ پا جاتی —— کئی مرتبہ جی میں آیا کہ کچھ کھا کر سو رہے مگر اچھی تربیت نے اس کی اجازت نہ دی۔ ایک بار اسد کے پاس جانے کو تیار ہو گئی۔ صرف یہ کہنے کے لئے۔

"تجھ کو اگر یہی کرنا تھا تو اتنے دن انتظار میں کیوں رکھا ــــ؟"

"اس کو امید تھی کہ اسد اس پرسش کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے گا ــــ مگر عشرت اس نکتہ کو بھی سمجھتی تھی کہ اس کا کوئی حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ اسد کو اس کا ذرا بھی لحاظ ہوتا تو اس طرح بے وفائی نہ کرتا۔ نتیجہ میں بدقسمت شاہزادی نے دوشیزگی کو منہدم نہ کرانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر بمبئی جانے کا خیال بھی نہ کیا۔

نفیس الحسن بھی اسی کی طرح سوچتے تھے، لیکن اسد جب سے گیا تھا۔ اس نے کوئی خط بھی نہ بھیجا تھا۔ جو اس کی سرکشی کی دلیل تھی ــــ پھر بھی نفیس الحسن ایک مرتبہ اس سے ملنا چاہتے تھے، لیکن سوال تھا بمبئی کے سفر خرچ کا۔ نفیس الحسن جس کے انتظام کی فکر میں تھے کہ وحید کا ایک دوست ان سے ملنے کے لئے پہنچ گیا جس کو وحید نے رشید کی تحریک پر بھیجا تھا۔

بیٹے کا جادۂ عمل باپ کا مرتب کیا ہوا نہ تھا۔ مگر وحید کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے رشید سے اختلاف نہ کیا بلکہ اس کو اپنے مسلک پر پاکر ایک طمانیت قلب محسوس کی اور فوراً نفیس الحسن کو عشرت محل کی پیشکش کر دی۔ وحید کا دوست اس وقت اسی غرض سے آیا تھا وہ چند رسمی باتیں کر کے مطلب پر آگیا اور کہنے لگا۔

اس میں شک نہیں کہ وحید کا خاندان نواب عشرت جاہ کے اجداد کا پروردہ ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ کوئی نسبی کمزوری نہیں رکھتا ــــ"

نفیس الحسن اس کے مافی الضمیر کو سمجھ گئے تھے وہ کہنے لگے۔

"آپ کا فرمانا درست ہے، لیکن ہمارا سماج اس کی اجازت نہیں دیتا۔"

"دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور آپ ابتک لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔"
وحید کے دوست نے قدامت پسند نواب زادے کو روشن خیالی کی دعوت دی، اور نفیس الحسن اکتائے ہوئے لہجے میں بولے

"زمانے کا اثر کسی نہ کسی حد تک تو قبول کرنا ہی پڑا ہے، لیکن اب اس قدر رہ گیا جانا بھی ممکن نہیں ہے کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند گوارا کر لیا جائے۔"

"یوں آپ اپنی رائے کے مختار ہیں، مگر میرا دوستانہ مشورہ یہی ہے کہ حالات کے تقاضے کو پہچانئے اور نفع و نقصان کو دیکھئے۔"
وحید کا دوست یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر کسی دن آنے کیلئے رخصت ہو گیا۔

نفیس الحسن کے لئے وہ ایک پیغام چھوڑ گیا تھا جو عشرت کے مستقبل سے متعلق تھا اور جس پر غور کرنا نفیس الحسن کے فرائض میں داخل تھا کیونکہ اسد سے مایوس ہو جانے کے بعد بھانجی کا گھر بسانے کا بوجھ ان پر آپڑا تھا۔ لیکن وحید کے لڑکے کی بابت وہ کچھ سوچنا نہ چاہتے تھے۔ پھر بھی انہوں نے گھر میں آکر بیوی سے مشورہ کیا اور عشرت کے بعد دادھیالی عزیزداروں سے رائے لی۔ جو متفق اللفظ ہو کر تیار ہو گئے۔

عشرت جاہ کی بیٹی کے یہ بہی خواہ عشرت محل کی طرف دیکھ رہے تھے جو عشرت کو منہ دکھائی میں مل سکتا تھا بشرطیکہ وہ وحید کی بہو بن جاتی۔ ان دنیاداروں کی نگاہ میں عشرت کی زندگی بنانے کے لیئے رشید کی یہ خامی نظرانداز کر دینے کے لائق تھی، مگر نفیس الحسن نے سعید کو دیکھا تھا۔ وہ اس کے باپ دادا کو تلک نما کے دربان کے علاوہ تصور نہ کر سکتے اور ان کا

فیصلہ بہرحال یہی ہوتا۔

"حالات کچھ ہی کیوں نہ ہو جائیں مگر آقا و غلام کا رشتہ پس پشت ڈالا نہیں جا سکتا۔"

خاندان کی ایک بڑی تعداد نفیس الحسن کی ہمخیال تھی۔ تاہم ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو ان کی ضد کو عشرت کا مستقبل برباد کرنے کے مترادف قرار دیتے۔ چنانچہ ایسے ہی خیال کے ایک شخص نے ان سے سوال کر دیا۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ایک نواب زادی کو غلاموں میں بیاہ دیں لیکن یہ بھی ایک غور طلب بات ہے کہ خاندان کا کوئی لڑکا تجویز کیا گیا تو عشرت کی زندگی کیا ہوگی ———— ؟"

سعادت خاں برہان الملک کی اولاد افلاس و تنگدستی کے بھنور میں پھنس چکی تھی جس کی ایک نظیر خود نفیس الحسن تھے، وہ اس سے انکار نہ کر سکے کہ عشرت کے لئے رشید کی سی حیثیت کا لڑکا ملنا دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے ——— رات بھی پلنگ پر لیٹ کر انھوں نے غور کیا تو دانشمندی اسی میں نظر آئی کہ پدرم سلطان بود کا خیال چھوڑ دیں۔

صبح کو نفیس الحسن بالکل بدلے ہوئے بیدار ہوئے اور اس کے دوسرے دن وحید کا دوست ان سے ملنے آیا تو انھوں نے ہامی بھر لی اور رشید کے گھر میں مسرتوں کے چراغ روشن ہو گئے۔

وحید رشتہ کو فوراً استوار کر لینا چاہتا تھا لیکن نفیس الحسن نے یہ شرط لگا دی کہ اسد کے متعلق پوری تحقیق کئے بغیر وہ بات پکی نہ کر سکیں گے۔ حالانکہ یہ صرف ان کا کہنا تھا۔ ان کے پاس نہ تحقیق کا کوئی ذریعہ تھا اور نہ اتنا روپیہ ہی کہ کسی کو بمبئی بھیج سکتے ——— اور کچھ روپے کا بندوبست

کرتے بھی تو اسے تو اس کو شادی کے لئے محفوظ رکھتے یا اس طرح بیاہ د
کر دیتے ---- پھر بھی بات طے ہو کر معلق ہو گئی اور عشرت کی جان کنی کا دور شروع
ہو گیا۔

وہ ایک بے پردہ لڑکی تھی اور تعلیمیافتہ بھی مگر اس کی نسائیت اس بات
کی اجازت نہ دے سکی کہ خود اپنی شادی کے مسئلہ میں ماموں کو رائے
دے سکے اس لئے گفت و شنید کی اطلاعات پا پا کر کڑھتی رہی اور جس دن
نفیس الحسن کے ہموار ہو جانے کی خبر ملی۔ اس دن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بات چیت کا سلسلہ جب سے وحید کے ہاتھوں میں آیا تھا اس وقت سے
رشید نے آنا جانا کم کر دیا تھا۔ ورنہ عشرت ہاتھ جوڑ کر اس کے قدموں پر
گر پڑتی اور رحم کی طالب ہو جاتی، لیکن اس کا کوئی امکان نہ تھا۔ اور امکان
ہوتا بھی تو رشید کے سے سنگدل سے وہ اس کی توقع نہ کر سکتی لہذا اس سے
بڑے بے رحم کی طرف متوجہ ہو گئی اور اسد کے تصور سے کہنے لگی۔

"تم اب بھی آجاؤ تو میری زندگی بچ سکتی ہے ------"

عشرت محل کی واپسی کا خیال ایک پیچھے پڑی ہوئی بات بن چکا تھا
اور اس کی مدت ختم ہونے میں بھی شاید چند ہفتے باقی تھے، لیکن عشرت کے لئے
کوئی ایسی بات قابل توجہ نہ تھی، اس کے پیش نظر تو اب صرف اسد اور اس کی
بے وفائی تھی جس نے اس کو تباہ کر دیا تھا لہذا دن رات اس کی بابت سوچا
کرتی ---- ایک دن وہ بہت ہمت کر کے نفیس الحسن کے پاس پہنچ گئی اور ایک
پرچہ ان کے ہاتھ میں دے کر پلٹ پڑی۔ پرچہ میں اس نے لکھا تھا۔

"ابا حضور نے میرے لئے جو فیصلہ کر دیا تھا میں اپنی زندگی اسی کے احترام میں گزارنا
چاہتی ہوں۔"

نفیس الحسن نے اس کو آواز دے کر واپس بلا لیا۔ اور کہنے لگے۔

"دیکھو، تم ایک سعادت مند بیٹی ہو۔ میری فرض شناسی پر اتنا بار نہ ڈالو کہ میں اُس کو اُٹھا نہ سکوں اور کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں۔"

"بمبئی بھیج دیجئے کسی کو ۔۔۔" عشرت کسی نہ کسی طرح کہہ گزری اور نفیس الحسن تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر نہایت امید و بیم کے لہجہ میں بولے

"تم کو اب بھی اس سے امید ہے ۔۔۔۔"

"یہ خبر غلط بھی ہو سکتی ہے ۔۔۔" عشرت نے پوری ہمت سے کام لے کر کہا اور نفیس الحسن نے انتہائی تکلیف کے ساتھ جواب دیا

"خبر غلط ہی تو جو خط میری اور تمہاری طرف سے گئے تھے ان کے جوابات تو آنے ہی چاہئیں تھے۔"

عشرت کے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہ تھا۔ اسد کی بریت کا کوئی پہلو تلاش کرنے لگی۔ اور نفیس الحسن سے کہنے لگی۔

"دو ہفتے ہیں اس کو لکھنؤ سے گئے ساڑھے چار سال پورے ہو جائیں گے اس عرصہ میں وہ آگیا تو آگیا۔ ورنہ مجھے تمہارے بارے میں ایک فیصلہ کرنا ہی پڑے گا ۔۔۔۔"

حالات بالکل مایوس کن تھے۔ عشرت دل کے بہلاوے کے لئے کوئی امید افزا نکتہ پیدا نہ کر سکتی، تاہم وہ دن کاٹنے کے لئے تیار ہو گئی اور وقت کا محور تیزی سے گھومنے لگا۔

مشرقی شعرا اور ادبا نے شب فراق کو طولانی بتایا ہے لیکن عشرت کا تجربہ یہ تھا کہ دن اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ سورج ایک بار مشرق سے نکل کر مغرب کی طرف جھکتے ڈرتا ہے اور افق مغرب اس کو کھینچ ہی لیتا ہے تو اس کے جسم میں ایک تھرتھری پڑ جاتی ہے ۔۔۔ شاید ان بلانصیبوں کے

انجام کے پیش نظر جن کی آنکھوں کو رات بھر کی اختر شماری کے بعد پھر اسی کے چہرے کو دیکھنا پڑتا ہے۔

عشرت نے کتنی ہی راتیں اسی طرح کاٹی تھیں، لہٰذا مزید چند راتوں میں اس کو کوئی گھبراہٹ نہ ہوئی، وہ سو سو کر جاگی اور جاگ جاگ کر سوئی۔ لیکن ایک تاریخ جو اس کے لوح دماغ پر کندہ تھی وہ قریب آ گئی تو آنکھوں کی نیند اڑ گئی اور تڑپ میں اتنا اضافہ ہوا کہ آنسو بہنا بند ہو گیا۔

وحید کو یاد بھی نہ تھا کہ کس دن عشرت محل کے قبضے کو پانچ سال پورے ہوں گے۔ نفیس الحسن نے نا امیدی میں دن گننا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن عشرت ساعتوں کو بھی شمار کر رہی تھی، اس کا دل کہتا تھا کہ وہ آئیگا ضرور ———

منٹ گھنٹوں میں، گھنٹے دنوں میں بدلتے رہے عشرت کے کان آہٹ پر اور نگاہ در پر لگی لیکن اسد کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ حتیٰ کہ اس دن کا آفتاب طلوع ہو گیا۔ جس کے غروب کے بعد عشرت کی قسمت کا ستارا ہمیشہ کے لیے ڈوب جانے والا تھا۔

عشرت جاہ کی بد نصیب بیٹی کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور دو راتوں کو مسلسل جاگنے کے باعث جسم میں طاقت نہ رہی تھی پھر بھی وہ وفور اضطراب میں اٹھ کر ٹہلنے لگی اور ٹہلا نہ گیا تو پلنگ پر بیٹھ گئی۔

ایک رمق امید اب بھی باقی تھی، راستہ پر وہ کسی گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ سنتی تو نکل کر دیکھنے لگتی اور اسد کو نہ پا کر واپس آ جاتی۔

اسی تحیو ناتہ غور و فکر میں اس کو خیال آیا کہ اپنے اسد کو اسی اسٹیشن سے جا کر کیوں نہ پوچھے جس کو اس نے ساڑھے چار سال کے لیے سونپا تھا۔

اس خیال نے ایک عزم کی شکل اختیار کر لی اور وہ کسی سہیلی سے ملنے کا بہانہ کر کے نکل کھڑی ہوئی ؎

موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے

رکشا کافی سرعت سے دوڑا لیکن وہ تاخیر سے پہنچ سکی —— اور چار باغ کی عالیشان عمارت اسکو دیکھتے ہی کہنے لگی۔

"تم نے بہت دیر کر دی شہزادی ہم تو تمہاری منتظر ہی تھی —— تم نہیں آئیں تو ہم نے اپنے مسافروں کو رخصت کر دیا"

عشرت کو خیال آیا کہ کہیں وہ گھر نہ پہنچ گیا ہو، لیکن یہ خیال زیادہ دیر باقی نہ رہا کیونکہ اسد آیا ہوتا تو راستہ میں جاتا ہوا ملتا اور عشرت اس کو نہ دیکھتی تو وہ خود اس کو ضرور پکار لیتا —— امید کی مدھم شعاع ایک بار جھلملا کر ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئی اور اس نے بلا ارادہ ایک طرف ہاتھ اٹھا کر رکشا والے سے چلنے کے لئے کہہ دیا۔

رکشا لاٹوش روڈ پر دوڑتا ہوا قیصر باغ کے چوراہے پر پہنچ گیا۔ اور رکشا والے نے مزید ہدایت حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف گھوم کر دیکھا تو اس کو احساس ہوا کہ وہ کہاں آ گئی۔ دماغ کام کرنا چھوڑ چکا تھا تاہم اس کو ابھی اتنا ہوش تھا کہ راستوں کو پہچان سکتی، لہٰذا اس نے حکمت نرائن روڈ پر کوتوالی کی طرف گھوم پڑنے کا اشارہ کر دیا۔ کیونکہ گھر پہنچنے کے لئے اب یہی راستہ سیدھا پڑتا تھا۔

شدت غم و احساس نامرادی نے نڈھال کر دیا تھا، پھر بھی وہ اسد کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی ؎

بے اعتبار وعدۂ فردا نہیں رہا

(فانی)

اب یہ بھی زندگی کا سہارا نہیں رہا

اس نے طے کر لیا تھا کہ اسد نے اس کا ساتھ نہیں دیا - دنیا نے اس سے بے وفائی کی تو وہ بھی زندگی کو دھوکا دے گی اور عشرت محل کے کنج قفس میں کسی خوش رنگ پرندے کی طرح رہنے کے بجائے اور نابکار رشید کی زوجیت پر مجبور ہونے سے قبل جسم خاکی سے اپنا رشتہ منقطع کر لے گی خودکشی اس کے نزدیک انتہائی بزدلانہ فعل تھا لیکن اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا تھا کیونکہ وہ اسد کی مفارقت کو تو گوارا کر سکتی تھی لیکن لکھرام سعید کے پوتے سے اپنی نسبت برداشت نہ کر سکتی - اسی سوچ بچار میں غلطاں رکشا پر چلی آ رہی تھی کہ دور سے اس نے ایک سوٹڈ بوٹڈ نوجوان کو چند سپاہیوں کی حراست میں آتے دیکھا - اور ایک دم چونک پڑی -

دنیا کا اعتبار تو پہلے ہی باقی نہ رہا تھا، آنکھوں کا بھرم اس وقت جاتا رہا اور عشرت کو گمان ہونے لگا کہ ہر شے کی طرح اس کی بینائی بھی ساتھ چھوڑ رہی ہے - تاہم وہ ایک جذبے میں وہ آنکھیں مل کر دیکھنے لگی اور اس نے اسد کو شناخت کر لیا -

رکشا والا اس کی ہدایت پر رکشا کو روک ہی رہا تھا کہ وہ اوپر سے پھاند پڑی - چند قدم لڑکھڑا کر سنبھل گئی، پھر آتے ہوئے سپاہیوں کی طرف دوڑ پڑی ـــ اسد کی نگاہ بھی اس پر پڑ گئی تھی اور وہ چلا اٹھا تھا

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا عشرت ـــ اب عشرت محل تمہارا ہے!"

عشرت کو فرط اضطراب میں کچھ سننے کا یارا نہ تھا - وہ دوڑ کر اس سے

لپٹ گئی اور سپاہی اس کو ہٹانے لگے۔

"ہٹ جاؤ اس کے قریب سے یہ چور ہے ۔ قانون کا مجرم ہے۔"

"تم جھوٹے ہو ۔ میرا اسد چوری نہیں کر سکتا! عشرت سپاہیوں سے اپنے کو چھڑا کر پھر اسد سے لپٹ گئی اور سپاہی زبردستی ۔ اس کو الگ کرنے لگے اس پر اسد نے پہلے سپاہیوں کو ڈانٹا۔

"خبردار اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگانا"

پھر اس نے عشرت کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیوں اپنی بے عزتی کراتی ہو عشرت، تمکو سمجھنا چاہئیے کہ میں ایک قیدی ہوں"

"کیا تم نے واقعی چوری کی ہے؟" عشرت چیخی ؟ ور اسد نے کہہ دیا۔

"ہاں میں چور ہوں۔ بالکل سعید کا سا چور ۔ لیکن سعید نے قانون سے ساز کر کے چوری کی تھی اور میں نے اندھے قانون کی کوئی پرواہ نہیں کی"

عشرت اسد کے الفاظ پر سکتہ میں رہ گئی ۔ ایک لحظہ تک دیوانگی کے انداز میں اس کی طرف گھورتی رہی پھر اس کے دل و دماغ پر کچھ ایسی گزری کہ وہ دھڑام سے گر پڑی ۔

پولیس کے جن سپاہیوں نے اسد کو حوالات میں لا کر بند کیا انہیں میں سے چند سپاہیوں کو اسے میڈیکل کالج پہنچانے کا فرض انجام دینا پڑا جہاں وہ ساری رات کشمکش حیات و ممات میں پڑی رہی۔

ماجدہ اسد کو بالکل اپنا سمجھ چکی تھی اور دیکھنے والوں کو بھی ان کے مستقبل

کے بارے میں کوئی شک نہ رہا تھا البتہ حمید کو کسی وقت ایک خطرے کا احساس ہوتا تھا۔ اس نے اسد کے نام آئے ہوئے نفیس الحسن اور عشرت کے خطوط سے صورت حال کو بالکل سمجھ لیا تھا اور یہ رائے قائم کر لی تھی کہ رشید و ہاجرہ دونوں کی شادیوں کی عمارت ریت پر کھڑی ہوئی ہے۔

نفیس الحسن یا عشرت کا کوئی خط اسد کے ہاتھ لگ جاتا تو بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا اور ہاجرہ بھی ایک لازمی نتیجہ کے طور پر محروم تمنا رہ جاتی۔

حمید کو بیٹی کی یہ فریفتگی قطعی پسند نہ تھی۔ لیکن بات اتنی بڑھ چکی تھی کہ ہاجرہ سمجھانے سے سمجھ نہ سکتی اور حمید کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ اسد سے ہاجرہ کا رشتہ کر کے نسبی فضیلت حاصل کر لے اس لئے اس نے رشید کے پیلانس میں مدد کی اور نفیس الحسن و عشرت کے خطوط اسد کو پہنچانے کی بجائے چاک کر ڈالے۔

اسد کو اپنے گھر میں جگہ دینے کا مقصد بھی بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ اس کو اخلاقی طور پر حد سے زیادہ متاثر کیا جائے تاکہ عقد شرعی میں عجلت کرنے کی تحریک پر وہ حیل و حجت نہ کر سکے —— اس کا یہ حربہ خالی نہ جا سکا اور ہاجرہ نے جب اس سے معنی معنی میں تعین تاریخ کرنے کو کہا تو اس نے دوماہ بعد کی کوئی تاریخ مقرر کرنے کی اجازت دیدی۔

بھولی ہاجرہ اس اجازت دہی پر دیوانی ہوگئی اس نے اسی دن یہ مژدہ حمید کو سنا دیا اور گرگ باراں دیدہ حمید بالکل مطمئن ہوگیا۔

ان مواقع پر عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ہونے والے عروس کی شرم و حیا بڑھ جاتی ہے اور وہ لڑکے سے جھینپنے لگتی ہے چنانچہ دوشیزگی

کی فطرت کے لحاظ سے ہاجرہ اسد سے نظریں بچانے لگی تھی لیکن تعجب خیز یہ امر تھا کہ اس سے زائد شرمندگی کا احساس اسد کرتا تھا۔ اور وہ اکثر سوچنے لگتا تھا۔

میں ہاجرہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا ——— بڑی نیک اور حق پرست لڑکی ہے وہ !

بات یہ تھی کہ اسد نے اس کم سنی میں رنگ زمانہ کو پہچان لیا تھا، اور دنیا کی نبض شناسی کر لی تھی ——— اس کا ایمان ہو گیا تھا کہ جو وحید و حمید کے سے انسانوں سے نپٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو جینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سعید نے اس کے چچا عشرت جاہ کو دھوکا دیا تھا خود اس نے اور عشرت نے حمید و وحید سے فریب کھایا تھا اور اس آخری فریب خوردگی نے اس پر وہ چوٹ لگائی تھی کہ رہا سہا خاندانی وقار، اور دلوں کا چین بھی چھینا جا رہا تھا۔ اسد کو یقین تھا کہ نفیس الحسن رشید سے عشرت کی شادی کرنے پر تیار ہو گئے ہوں گے تو اس کی طرف سے مایوس ہو کر ہی ——— اور اس مایوسی کو اصلیت کا جامہ پہنانے کے لئے حمید نے اس کا روپیہ دبا لیا تھا۔ لہٰذا اسد کو تہیہ کر لینا پڑا کہ وہ بھی انہی لوگوں کا ساتھی بن جائے گا اور ان ہی کے ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کرے گا۔

اس کو بہت دکھ تھا کہ وہ ہاجرہ جیسی راست نہاد دوشیزہ کے اعتماد کا بھرم کھو دے گا لیکن بمجبوری اس نے اس کو روا رکھ لیا تھا اور موقع کا منتظر تھا۔

حمید نے اس کو اپنی خوابگاہ کے برابر کا کمرہ رہنے کو دیا تھا جس کے

دوسری جانب ہاجرہ کا کمرہ تھا۔ ان کمروں کے بیچ میں ایک ایک دروازہ لگا تھا جس کی سٹکنیاں دونوں جانب سے چڑھی رہتیں اور ان دروازوں سے کوئی ایک دوسرے کے کمرے میں نہ جا سکتا۔

اسد نے کئی بار ایک ارادہ کیا مگر اس پر عمل کرنے کا موقع نہ ملا۔ ایک روز اس کی قسمت یاور تھی گیلری میں گزرتے ہوئے اس کو حمید کی خوابگاہ خالی مل گئی، وہ سرعت کے ساتھ اندر گیا اور سٹکنی اُتار کر باہر نکل آیا — اور آنے والی رات کا منتظر ہو گیا۔

پچھلے کئی دنوں سے اس کا جذباتی تلاطم عروج پر تھا۔ کیونکہ عشرت محل کے لئے وحید کی دی ہوئی میعاد پوری ہونے میں صرف چار یا پانچ روز باقی تھے، گویا اتنی ہی مدت اس کی تباہی کے مکمل ہونے میں رہ گئی تھی اور عشرت عالم تصور میں اس سے کہہ رہی تھی۔

کیا تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے، اسد اور تمہارے ہوتے میرا سودا عشرت محل کے عوض رشید سے ہو جائیگا؟

اسد عشرت کو تو کوئی جواب نہ دے پاتا مگر اس میں پہاڑوں سے ٹکرا جانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا اور وہ مطلب براری کے ہر جائز و ناجائز اور ممکن ذریعے پر غور کرنے لگتا — آخر وہ ساعت آ ہی گئی جب اس نے حمید کی خواب گاہ میں داخلہ کا راستہ پیدا کر لیا۔

تقریباً ڈیڑھ بجے کے عمل میں وہ ایک عزم سے اُٹھا تو اس کے پیروں میں کپکپی پیدا ہو گئی۔ لیکن تصور میں گھومتی رہنے والی عشرت کی تصویر نے رہبری کی اور وہ دبے پاؤں حمید کی خوابگاہ میں داخل ہو گیا۔

حمید غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ اسد نے قریب جا کر پہلے بیہوشی کا سفوف اس کے نتھنوں میں رکھ دیا جس کے اثر سے وہ غافل ہو گیا۔ پھر اسد نے سرہانے سے تجوری کی کنجیاں نکال لیں اور تھوڑی دیر بعد پچاس ہزار کے نوٹ اس کے ہاتھ میں تھے۔

روانگی کا انتظام قبل ہی سے مکمل تھا۔ لہٰذا اس کو فلیٹ سے نیچے آنے میں چند منٹ سے زائد نہ لگے اور اس کے بعد ہی وہ عازم سفر ہو گیا۔

صبح کو ہر بات حمید پر روشن ہو چکی تھی اور راحیرہ دل شکستہ ہو کر زار و قطار رو رہی تھی۔

مسعید کے بیٹے اور وحید کے بھائی نے مشتعل ہو کر ہر ذریعہ و سوخ استعمال کر ڈالا۔ اور بمبئی پولیس اسٹیشن کی طرف سے لکھنؤ کی مرکزی پولیس کو فون کر دیا گیا۔

اسد کوئی مجرمانہ دل و دماغ کا آدمی ہوتا تو وحید کا باقی روپیہ داخل عدالت کرنے کے لئے اپنا نام درمیان میں آنے ہی نہ دیتا۔ اور پولیس اس کو شناخت نہ کر سکنے کے باعث پکڑ نہ سکتی۔ لیکن وہ بالکل آخری دن لکھنؤ پہنچا تھا۔ لہٰذا اسٹیشن سے براہ راست عدالت کی طرف روانہ ہو گیا اور ایک بڑے وکیل کی معرفت روپیہ جمع کرنے کی جد و جہد میں لگ گیا جس میں اسکو کافی رقم خرچ کرنا پڑی مگر کامیابی ہو گئی۔

پولیس کو فون پر ساری تفصیلات بتا دی گئی تھیں اس لئے وہ اندازے سے عدالت پہنچ گئی جہاں خزانے کے فارم میں اسد کا نام دکھائی پڑ گیا اس نے اس کو پہچان لیا اور عدالت سے باہر آتے ہی گرفتار کر لیا۔

نفیس الحسن کو اس واقعہ کی اطلاع اس وقت ہوئی جب دوسرے
دن عشرت کو میڈیکل کالج میں ہوش آیا اور نفیس الحسن اس سے
مل سکے مفلس و غریب نواب زادے نے فوراً ضمانت کی کوشش
کی مگر اسد اس سے قبل ہی بمبئی بھیجا جا چکا تھا۔
بمبئی پہنچ کر مقدمہ کی پیروی کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی بالخصوص
ان حالات میں جب وحید و حمید کے سے دولتمند مخالف صف میں
کھڑے ہوئے لیکن عشرت اسد کو بچانے کی خاطر خود اپنے کو بیچنے پر بھی
تیار تھی اور اسد نے قول مرداں کی لاج رکھنے کی وہ نظیر قائم کی تھی
کہ نفیس الحسن بھی اس پر اپنے کو فدا کر سکتے۔ لہٰذا انھوں نے دوڑ
دھوپ کر کے دو تین دن کے اندر اپنا مکان رہن کیا اور عشرت کو
لے کر بمبئی کو روانہ ہو گئے۔
پولیس نے تفتیش مکمل کر کے مقدمہ داخل عدالت کر دیا تھا
جس کی پہلی پیشی نفیس الحسن کے پہنچنے پر ہوئی اور عشرت فوجداری
کے ایک بیرسٹر کے ساتھ کمرۂ عدالت میں پہنچ گئی۔
بمبئی ایک بین الاقوامی شہر ہے جس کے کوچہ و بازار نے حسن و جوانی
کے عجیب عجیب شاہکار دیکھے ہیں مگر عشرت کی شان ہی کچھ نرالی تھی۔ وہ
با حال خراب و بال پریشاں گئی تھی۔ پھر بھی اس کے چہرے سے نسائیت کا
جلال اور شاہزادیوں کا وقار آشکار تھا۔ ہر نگاہ جو اس پر پڑی جم کر رہ گئی
یہاں تک کہ حمید بھی ششدر ہو کر دیکھنے لگا۔
مقدمہ کی کارروائی ابھی شروع نہ ہوئی تھی، لیکن عشرت کا وکیل
مثل کا معائنہ کر چکا تھا، اور اس کے نزدیک پولیس نے اتنے سنگین جرم

اسد پر عاید کئے تھے جن سے گلو خلاصی دشوار تھی۔ پھر بھی وہ ضمانت کی کوشش کرنے آگیا تھا۔

چند منٹ بعد پکار ہوئی اور عشرت نے اسد کو رسن بستہ آتے دیکھا مگر وہ نفیس الحسن کی ہدایت کے مطابق ان کی آڑ میں ہو گئی اور اسد کٹہرے میں لیجا کر کھڑا کر دیا گیا۔

عشرت کے وکیل نے درخواست ضمانت جج کے سامنے رکھ دیا اور کورٹ انسپکٹر عدالت کو توجہ دلانے لگا۔

"ملزم صرف پچاس ہزار کا ڈاکہ ڈالنے کا ہی مرتکب نہیں ہوا ہے اس پر فریب اور ارادہ قتل عمد کی دفعات بھی عائد ہوتی ہیں۔"

اسد کے وکیل نے دلائل اور نظیروں سے ضمانت کا جواز پیش کیا مگر شنوائی نہ ہوئی اور عدالت درخواست ضمانت منظور کرنے میں پس و پیش کرنے لگی۔

اسد کے چہرے پر شکن نہ تھی وہ مردانہ وار کٹہرے میں کھڑا ہوا تھا، اس کی حیثیت ایک چور کی تھی۔ مگر محسوس ہوتا تھا کہ اس نے کوئی ملک فتح کیا ہے، البتہ نفیس الحسن اور عشرت کے چہرے اترگئے تھے اور عشرت کے آنسو بہہ نکلنے کو آنکھوں میں جمع ہو رہے تھے کہ ایک پری جمال لڑکی تیزی سے کمرۂ عدالت میں داخل ہوئی اور مجمع کو چیر کر اسد کے وکیل کے برابر جا کھڑی ہوئی ــــــ یہ لڑکی حمید کی نور نظر ہاجرہ تھی۔ جس کو حمید نے عدالت میں نہ آنے کی سخت تاکید کی تھی۔

اس نے ایک نظر کٹہرے میں کھڑے ہوئے اسد پر ڈالی اور عدالت سے کہنے لگی۔

"آپ اس مقدمہ کا فیصلہ حقائق پر کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو بتاتی ہوں کہ ملزم بے قصور ہے — وہ میرا ہونے والا شوہر ہے اور میں اس سے محبت کرتی ہوں اور میں نے ہی یہ پچاس ہزار روپے اپنے باپ کی تجوری سے نکال کر اس کو دیئے تھے"

"اس کا دماغ صحیح نہیں ہے" کورٹ انسپکٹر کہہ رہا تھا لیکن عدالت نے اس کو تسلیم نہ کیا اور اسد کے وکیل نے ضابطے کی خانہ پری کے لئے ہاجرہ کا نام صفائی کے گواہوں میں پیش کر دیا جس کو منظور کر کے عدالت نے ہاجرہ کا بیان قلمبند کر لیا۔

مقدمہ کی نوعیت بدل چکی تھی۔ پولیس کیس جھوٹا قرار پا گیا اور عدالت نے اس کو خارج کر کے اسد کو بری کر دیا۔

اسد کی رہائی عشرت کے لئے ایک جذباتی سانحہ تھی، وہ اس سے لپٹ جانے کو دیوانہ وار دوڑ پڑی لیکن ہاجرہ کا جملہ اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔

"وہ میرا ہونے والا شوہر ہے"

عشرت کے قدم اٹھ گئے۔ وہ بڑھ کر ہاجرہ کے قریب پہنچ گئی۔ اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

"میں تم سے ہار گئی بہن — تم نے اسد کو جیت لیا۔ خدا تمہیں مبارک کرے!"

نفیس الحسن اس کے برابر پہنچکر کھڑے ہو گئے تھے۔ بات پوری کر کے وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی اور ان کا شانہ پکڑ کر باھر نکل گئی۔

"اسد جب ہاجرہ کے ساتھ صحن میں پہنچا تو عشرت تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی نفیس الحسن کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس نے اس کو آواز دی

"عشرت — عشرت — ٹھہر جاؤ میں بھی آ رہا ہوں!"

"محبت کی بازی میں مجھے ہاجرہ سے شکست ہو گئی — تم اب اس کے ہو اسد!"

عشرت نے کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح روندھی ہوئی آواز میں کہا — پھر قدرے بلند آواز سے بولی۔

"میں عشرت محل میں تم دونوں کا انتظار کروں گی —"

اور عشرت کا یہ فیصلہ غلط نہ تھا۔ انسانیت اسی کی مقتضی تھی کیونکہ ہاجرہ نے باپ کی مخالفت کر کے اس کے گھر کا دروازہ اپنے لئے بند کر لیا تھا۔ اب اسد کے علاوہ اس کو کسی کے دامن میں پناہ نہ مل سکتی۔ عشرت خودغرضی کو دخل دیتی تو ہاجرہ کہاں جاتی —؟ لہٰذا اس نے دل پر پتھر رکھ کر ایک فرض انسانی کو پورا کر دیا اور ایک ٹیکسی پر بیٹھ کر نکل گئی۔

عشرت کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ پھر بھی اس نے وقت کے تقاضے کو پہچانا اور ہاجرہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"آؤ میری وفا کی دیوی — میں تم کو اپنے کلیجے میں چھپا لوں۔!"

اسد کا فلیٹ اس موقع پر بہت کام آیا — اس میں ہاجرہ نے اپنی نئی زندگی کا سورج طلوع ہوتے دیکھا۔ اور اس کے دل کی گہرائیوں سے عشرت کے لئے دعائیں نکلنے لگیں۔

حمید کو اس واقعہ سے جتنی ذلت ہوئی تھی وہ اس کا بدلہ اسد سے

لینا چاہتا تھا۔ مگر ہاجرہ بہرحال اس کی بیٹی تھی۔ محبت پدری نے پھر کسی اقدام کی اجازت نہ دی —— اور اس نے ان دونوں کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔

لکھنؤ میں وحید و رشید کو نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ دونوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ انھوں نے قانون کی لچک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ مگر ان کی چل نہ سکی، کیونکہ روپیہ اندر میعاد عدالت میں جمع ہوگیا تھا۔ ان کو عشرت محل خالی کرنا پڑا۔ اور اسد و ہاجرہ جب لکھنؤ پہنچے تو عشرت معہ نفیس الحسن کے اس کی ساکن تھی۔ اسد میں عشرت کے سامنے جانے کی ہمت نہ تھی۔ مگر ہاجرہ اس کو لے گئی اور ہچکیاں لیتی ہوئی عشرت کے سامنے پہنچ کر کہنے لگی۔

میں نے صرف اسد پر فتح پائی تھی۔ تم نے ہم دونوں کو جیت لیا۔ اب ہمارے لئے کیا کہتی ہو شاہزادی۔!

"خدا تمہیں خوش و خرم رکھے —" عشرت گلوگیر لہجے میں بولی اور اسد نے اس کو توجہ دلائی۔

"نواب عشرت جاہ کی روح مجھ سے شکایت کر رہی ہے تباؤ میں کیا جواب دوں اس کو۔؟"

"کہہ دو کہ عشرت اسد کے بجائے اسد کے خیال کے لئے زندہ رہے گی۔ عشرت نے روندھی ہوئی آواز میں کہا اور ہاجرہ نے مداخلت کی۔

لیکن اسد کو کیونکر قرار آئے گا —"

"تم جو ہو ۔۔۔" عشرت اس سے نگاہیں بچاتے ہوئے بولی ۔۔۔ اور ہاجرہ نے جواب دیا۔

"میرا ذکر کیا ۔۔۔ میں تو تمہاری کنیز ہوں ملکہ کے حکم کی پابندی اور اس کی رضا کی تمنائی ہوں۔"

عشرت اس کے جواب میں بول نہ سکی۔ ہاجرہ نے بڑھکر باہیں اس کے گلے میں ڈالی دیں اور کہنے لگی۔

"تم تو اس خاندان کی وارث ہو عشرت جس میں محلات کی کثرت کا ہمیشہ رواج رہا ہے ۔۔۔ میں اپنے اسد کو شاد و بشاش دیکھنے کے لئے عورت کے انتہائی ایثار و قربانی کا نذرانہ لیکر آئی ہوں ۔۔۔ اس کو قبول کر لو۔ اور کہنا مان لو۔ میری ملکہ۔"

عشرت کوئی حرف انکار زبان پر نہ لا سکی۔ اس کے آنسوؤں کی روانی تیز ہو گئی ۔۔۔ اور ہاجرہ خود بھی رو پڑی۔

چند روز کے وقفہ سے عشرت محل نے نواب عشرت جاہ کی تمنا پوری کر دی اور ہاجرہ نے ضبط و تحمل کی ایک نظیر قائم کرتے ہوئے عشرت و اسد کو رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوتے دیکھ لیا۔

اسد یوں تو کتنا ہی بد نصیب کیوں نہ ہو لیکن اس معاملہ میں اس کی قسمت کی قسم کھائی جا سکتی تھی۔ کیونکہ دنیا اس کے لئے حقیقتاً ایک جنت ارضی بن گئی تھی۔

عشرت و ہاجرہ دونوں صرف حسن کی دیویاں ہی نہ تھیں وفا کی جان اور ایثار کی پیکر بھی اور ایک دوسرے کے لئے ہر وقت قربانی دینے کو تیار رہتی تھیں۔

"کچھ دنوں بعد جب اسد نے بمبئی کو اپنا تجارتی مستقر بنا لیا تو ہاجرہ نے عشرت کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی لیکن اس نے باپ کی چوکھٹ کو چھوڑنا منظور نہ کیا اور اس طرح لکھنؤ و بمبئی میں قلب اسد کے دونوں ٹکڑوں کی تقسیم ہو گئی"۔۔۔

ختم شد

جوشی محمود آبادی

5-5-60

مشورہ بکس پڑھنے والوں سے

مشورہ بکس کا نیبر اسیٹ آپ کے ہاتھوں میں ہے
اس میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ
کرنے والے آپ ہیں ۔ جہاں تک اس کی خوبیوں کا
تعلق ہے اُسے چھوڑئیے ، لیکن جہاں تک خامیوں
کا تعلق ہے چند سطور سپرد قلم کر کے شکریہ
کا موقع دیں ۔۔۔

"منیجر"

ہر تیسرے ماہ دس نئی مشورہ بکس
شائع کی جاتی ہیں۔ اگر آپ چاہتے
ہیں کہ نئی کتابوں کے شائع ہونے پر
آپ کو باقاعدہ اطلاع ملتی رہے
تو اپنا پتہ ہمیں لکھئے۔

مشورہ بک ڈپو۔ رام نگر۔ گاندھی نگر
پوسٹ بکس 1639 دہلی ۔6

دستکاری۔ ڈاکٹری طبی و مختلف ہنروں کی بے نظیر کتابیں

اردو

— مشہورہ بکڈپو کے بڑے سائز ۲۰×۲۶/۱۶ پر چھپی ہوئی کتابیں —

دیسی انگریزی صابن بنانا 5/-
بیٹری بجلی کا ریڈیو بنانا 2/75
اچار مربے چٹنی بنانا 4/-
خوشبودار تیل عطر بنانا 4/50
آئینہ سازی (منہ دیکھنے کے شیشے بنانا) 3/75
خوشبودار دھوپ اگربتی بنانا 2/50
بیکری (کیک بسکٹ بنانا) گائیڈ 3/50
کٹائی سلائی سکھشا 3/50
نیو فیشن بک 3/-
موم بتیاں بنانا 3/50
سوڈا لیمن شربت بنانا 3/50
تمباکو اور اس کے مرکبات 3/25
بنگالی اور انگریزی مٹھائیاں بنانا 3/50
روشنائی سازی 3/75
کھنڈسر سازی 3/50

لانڈری ڈرائی کلیننگ 4/-
بنئے شاعر و افسانہ نویس 3/-
گھڑی سازی 3/50
تاش کے عجیب و غریب کھیل 5/-
کپڑے چھاپنے و رنگنے کا ہنر 4/50
رنگ برنگی آتشبازی 3/25
راز روزگار 5/-
بلاک بنانے کا کام 3/-
مصوری و سائن بورڈ پینٹنگ 4/50
پان کے خوش ذائقہ مصالحہ بنانا 3/-
بوٹ پالش بنانا 3/25
گورے خوبصورت بننے کا راز 3/50
چمڑے کا کام 3/-
باورچی خانہ 5/-
رنگ و وارنش 2/8/-

ہر کتاب کا محصولڈاک الگ ہوگا

مشہورہ بکڈپو۔ رام نگر۔ گاندھی نگر پوسٹ بکس 1639 دہلی ۶

دستکاری۔ ڈاکٹری، طبی و مختلف ہنروں کی بے نظیر اردو کتابیں

مشورہ بک ڈپو کے بڑے سائز $\frac{20\times30}{16}$ پر چھپی ہوئی کتابیں

انگریزی ہندی بولنا سکھانیوالی کتابیں

کتاب	قیمت
اردو سے انگریزی خط و کتابت	4/-
اردو انگریزی گرامر	4/-
فٹافٹ انگریزی بولنا سیکھو	4/-
اردو انگریزی ٹیچر	4/-
سات روپے میں میٹرک پاس	7/-
اردو ہندی ٹیچر	3/-

ایلوپیتھک ڈاکٹری کتب (اردو میں)

کتاب	قیمت
ایلوپیتھک پریکٹس آف میڈیسن	7/50
ایلوپیتھک میٹریا میڈیکا	7/50
ایلوپیتھک انجکشن بک	7/75
ایلوپیتھک کمپونڈر گائیڈ	7/50
آئی ڈاکٹر	4/-
بلڈ پریشر	3/25
ایلوپیتھک مائینر سرجری	6/-

کتاب	قیمت
ایلوپیتھک میڈیکل ڈکشنری	4/50
دندان سازی	5/-
پیٹنٹ ادویات	4/-
سلفا ڈرگز	3/25
اسٹیتھسکوپ گائیڈ	3/-
پینی سلین گائیڈ	4/25
بخار و تھرمامیٹر	2/75
ایلوپیتھک لیڈی ڈاکٹر	5/75
وٹامن گائیڈ	4/-

علم موسیقی کی کتابیں

ہارمونیم گائیڈ

بینجو عرف جاپانی باجا بجانا

بانسری گائیڈ

وائلن گائیڈ

(ہر کتاب کا محصول ڈاک الگ ہوگا)

منگانے کا پتہ } مشورہ بکڈپو۔ رام نگر۔ گاندھی نگر پوسٹ بکس 1639 دہلی ۳۱

زراعتی - طبّی کتابوں کا عام ذخیرہ

مشورہ ٹکس کی بڑے سائز ۳۰×۲۰/۱۶ پر چھپی ہوئی کتابیں

طبّی جڑی بوٹیوں سے علاج کی کتابیں

کتاب	قیمت
اصلی مخزن حکمت	5/-
طبّ الغربا٫	4/-
مکمل جڑی بوٹی	5/-
طب یوروپ ایشیا عرف مخزن چار طب	6/-
آیورویدک ہومیوپیتھک انجکشن بک	3/-
جرمن طب	2/-

باغبانی و زراعت کی کتابیں

کتاب	قیمت
پھلوں کی کاشت	5/-
سبزیوں کی کاشت	5/-
علاج المویشی عرف طبیب مویشی	4/50
طبیب مرغی خانہ	4/-
کامیاب مرغی خانہ	4/-
تجارتی مرغی خانہ	4/-
ڈیری فارم	3/-
امونیم سلفیٹ (ولائتی کھاد)	3/-

پیسہ پیسہ کی جڑی بوٹیوں سے علاج کرنا سکھانے والی کتابیں

رسالہ	قیمت	رسالہ	قیمت
رسالہ بانسہ	۷ نئے پیسے	رسالہ پیاز	۷ نئے پیسے
مولی	"	تمباکو	"

رسالہ آملہ	۳۷ نئے پیسے	رسالہ لہسن	۳۷ نئے پیسے
" اجوائن	" "	" گاجر	" "
" سونف	" "	" اندرائن	" "
" گھی کوار	" "	" دھتورہ	" "
" کیکر	" "	" آک	" "
" ارنڈ	" "	" نیب	" "
" ستیاناسی	" "		

نوٹ:- ایکساتھ ۱۷ کتابوں کا پورا سیٹ خریدنے پر معہ ڈاک خرچ پانچ روپے ۵۰ نئے پیسے کی وی، پی کی جائے گی

کھیتی باڑی کا کام کرنے والوں کو مالا مال کرنے والی کتابیں

سنگتروں کی باغبانی	۵۰ نئے پیسے	کیلے کی باغبانی	۵۰ نئے پیسے	پھولوں کی باغبانی	۵۰ نئے پیسے
آم کی باغبانی	" "	اناس کی باغبانی	" "	کھادیں اور ان کا استعمال	" "
انار کا باغ	" "	انگور کی باغبانی	" "	دس ایکڑ زمین سے ایکڑ اور روپیہ ماہوار کمانا	" "
پپیتہ کی کھیتی	" "	پان کی کاشت	" "		
لیموں کا باغ	" "	شہد کی مکھیوں کی پرورش	" "	پھلوں کے دشمن اور ان کا علاج	" "

نوٹ:- ایکساتھ ۱۴ کتابوں کا پورا سیٹ خریدنے پر معہ ڈاک خرچ 5/- روپے کی وی، پی کی جائے گی۔

ہر کتاب کا محصول ڈاک الگ ہوگا

مشورہ بک ڈپو - رام نگر - گاندھی نگر

پوسٹ بکس 1639 دہلی 6



مشورہ بُکس

جو ابتک شائع ہو چکی ہیں

شاعری

دیوان غالب	مرزا غالب
عمر خیام کی رباعیات	ترجمہ پروفیسر واقف صاحب
بانگ درا	ڈاکٹر اقبال
دیوان داغ	حضرت داغ
دیوان ذوق	حضرت ذوق
بال جبریل	ڈاکٹر اقبال
کلام میر تقی میر	میر تقی
کلام حالی	حالی
دیوان ظفر	ظفر

ناول

غدار	کرشن چندر
ایک ہنسی ہزار آنسو	کرشن گوپال عابد
پوجا	کرشن گوپال عابد
میرے صنم	ایس حسین
براج بہو	شرت چندر

بڑی دیدی : شرت چندر

کشور : نسیم انہونوی

گمراہ : مضطر ہاشمی

چندن ہار : عادل رشید

چندر ما : عادل رشید

اداس تنہائیاں : ٹھاکر پونچھی

انجانے راستے : رجتی محمود آبادی

نشیمن : عابدہ حجاب لکھنوی

جاسوسی ناول

ابوالہول کی روح : اکرم الہ آبادی

منحوس ستارہ : اکرم الہ آبادی

وادی نور : اکرم الہ آبادی

افسانے

مسکرانے والیاں : کرشن چندر

کرشن چندر کے افسانے : کرشن چندر

منٹو کے افسانے : سعادت حسن منٹو

انگشتری : کرشن گوپال عابد

مختلف مضامین میں کتب

منٹو اور فلمی شخصیتیں : منٹو

خروشچیف کیا چاہتا ہے : خواجہ احمد عباس

صحت و تندرستی : ڈاکٹر وشنو داس

ڈرامے

رومیو جولیٹ : شکسپیئر

ہیملٹ (خون کا خون) : شکسپیئر

قیمت — فی کتاب — ایک روپیہ





• یوں تو زندگی کے دامن میں وقت
اور حوادث کے دیئے گہرے گھاؤ
پوشیدہ ہیں۔

ہزاروں آنسو ہر روز لڑھک کر مٹی میں جذب ہو جاتے ہیں۔
انکی ترجمانی کرنے والے، انہیں پونچھنے والے آج کے خود غرض سماجی ماحول
میں گم ہو کے رہ گئے ہیں۔ بھٹک گئے ہیں۔
لیکن کبھی کبھی "ذاتیت" کے اس ماحول میں اچانک کوئی ایسی شخصیت ابھرتی
ہے جس کا حساس دل انجانے ان دیکھے راستوں میں الجھی ہوئی اداس روحوں کی
جدوجہد زیر و بم اور درد و کرب سے تڑپ اٹھتا ہے۔
وہ ان رستے ناسوروں کی خاموش آنسوؤں کی عکاسی کرتا ہے انہیں
کہانیوں کی شکل میں ہمارے سامنے لاتا ہے اور ہم چونک کر کہہ اٹھتے ہیں۔
"یہ تو میری ہی کہانی ہے۔ میرے اپنے جذبات ہیں"
"انجانے راستے" ایک ایسی ہی کہانی ہے جسکے کرداروں کی آج کے ہر انسان کی
اپنی الجھنیں ہیں۔ جسمیں محبت کی پاکیزگی ہے ہوس پرستوں کی کشمکش فرض و حقیقت کی تلخیاں
اور یاس و امید کے اتار چڑھاؤ وحشی محمود آبادی کے حساس قلم سے ابل پڑے ہیں۔

قیمت فی کتاب 1/-

POCKET BOOK
27